18

اوم

شری گیتا گیان امرت

پہلا بھاگ

از

شری نرسنگداس ریٹائرڈ ڈپٹی کنٹرولر ڈیفنس اکونٹس

ڈیرہ دون

2/-

قیمت ایک روپیہ

تعداد یکہزار بار سوئم

کوہ نور پرنٹنگ پریس الہ آباد میں چھپی

ملنے کا پتہ :- [illegible] پرانا ڈالن والا ڈیرہ دون - یوپی

اوم

منگل آچرن

نمو نمو تس روپ کو۔ آدانت جے ناہیں
سو ساکشی مم روپ ہے۔ گھاٹ باڑھ کھوں ناہیں
اوگت اوناشی اچل۔ ویاپ رہیو سب ٹھائیں
جو جانے اس روپ کو۔ مٹے جگت بھرم تائیں

گیانی کے اُدگار

ایکانت کٹیا کا واس ہو یا پریوار سے بھرپور رہو۔ تھوڑے سنگ میں رہے یا بہت سنگ میں رہے۔ گیان تھوڑا ہو اتھوا ادھک ہو سرو رُوپ آتما میں سمان ہے۔ ہے مَن۔ تو کیوں روتا ہے۔ وہ سب میں برابر سم رُوپ ہے۔ وہی تو ہے۔ "تتو مسی"۔

(بھگوان دتاترے)

اوم

شری گیتا گیان امرت

پہلا بھاگ

یعنی

(شریمد بھگوت گیتا کے ز ٹل وشیوں پر آزادانہ وچار)

از

شری نرشنگداس نو

دوہا۔ چاہ نہ کاہو کی کرے۔ رہے پونیت اُداس
سب آرنبھن کو تجے۔ رہے سو میرے پاس (۱۲-۱۶)

جسے تیسری بار چھپوا کر جنتا جناردن کی سیوا میں بھینٹ کیا

تعداد یکہزار بار سوئم
قیمت۔ ایک روپیہ

کوہ نور پرنٹنگ ورکس الہ آباد میں چھپا

ملنے کا پتہ نمبر ۲۳۲/B پرانا ڈالن والا۔ ڈیرہ دون۔ یوپی

بھینٹ

شری بھگوان وید ویاس کے چرن کملوں میں

"داس"

تمہید

۱۔ سبب تصنیف کتاب۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں ایک پتر شری بھائی رتن لعل ایڈیٹر سمتا درپن دہلی سے موصول ہوا۔ جس میں اُنھوں نے یہ مانگ کی۔ کہ شریمد بھگوت گیتا کے کسی ایک شلوک پر جس میں کوئی فلسفہ کی بات نہاں ہو تشریح لکھ کر ان کو ہر ماہ برائے اشاعت رسالہ ارسال کی جائے۔ اور یہ کہ میں اس سیوا سے گریز نہ کروں۔ چنانچہ اس سیوا کو ایشور آگیا مان کر کام شروع کر دیا گیا اور ہر مضمون کی ایک نقل اپنے پاس رکھی گئی جن کو جمع کر کے کتاب تیار ہو گئی۔ جو کہ پیش خدمت ہے

۲۔ چونکہ بھگوت گیتا کا اُپدیش دوسرے ادھیائے کے ۱۱ دیں شلوک سے شروع ہوتا ہے۔ اس کتاب کا آغاز وہاں سے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ شلوک درمیان میں اگر فلسفہ سے متعلق نہیں تو ان کی شرح نہیں لکھی گئی۔ چونکہ داس کو گیتا اور دیگر دھارک پستکیں دیکھنے کا شوق لڑکپن سے تھا۔ اور نیز اچھے اچھے مہاتماؤں سے ست سنگ کرنے کا موقعہ بھی ملتا رہا۔ جس سے اس دشے میں کافی مشکلات آسان ہو گئیں یعنی بُدھی میں شاستروں کے باریک مسئلے صاف صاف سمجھ میں آنے لگے۔ اسی سمجھ کی بنا پر جو بھی ٹوٹے پھوٹے دچار جمع ہوئے انھیں کاغذ پر پرگٹ کر دیا گیا۔

۳۔ دو شبد۔ بھگوت گیتا آج دُنیا میں ایک اہم پستک ہے۔ تمام چوٹی کے فلسفے اس کے اندر جمع کر کے ایک گلدستے کے روپ میں بھگوان دیاس نے اسے بھگوت ارپن کر دیا۔ جس خوبی سے اس کی رچنا ہوئی اور جس چترائی سے اس کو مہا بھارت جیسی ضخیم پستک کے اندر مناسب جگہ پر رکھا گیا۔ اس کے لئے مہرشی کا کام بہت سراہنا یوگ ہے۔ جسے جانکار ہی پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اس پستک کے انیک زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور بے شمار ہی ٹیکائیں لکھی جا چکی ہیں۔ پھر بھی اس سمندر بے پایاں کی تھاہ معلوم نہیں ہو سکی بڑے بڑے غوّاص پہلے غوطہ لگا گئے ہیں اور آئندہ لگائیں گے اور بقدر ہمت اس میں سے اپنی اپنی پسند کے موتی نکالتے رہیں گے۔ انیک جیوؤں کو اس سے شانتی ملی ہے اور آئندہ بھی ملے گی۔

۴- کچھ لوگوں نے اس کو محض یومیہ پاٹھ کا وشے بنالیا ہے۔ شلوکوں کو زبانی یاد کرلیا ہے اور صبح شام ان کو دہرا کر ہی وہ اپنا کلیان کرنے کا بھاؤ بنائے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ اس کی پوجا ارچن میں مشغول ہیں اور کچھ نے اس کے مندر بھی بنوا دئے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کو مبارک ہے۔ وہ خوش قسمت ہیں جن کو اس مہان پستک کے ساتھ کچھ پیار پیدا ہوا ہے اور انھوں نے اس کے ساتھ سمبندھ قائم کیا ہے۔ لیکن اُن سے کئی گنا زیادہ خوش قسمت وہ ہیں جو اس کے وشیوں پر پوری سنجیدگی اور صفائی دل سے وچار کرتے ہیں اور شدھ وچار دوارا یا ست سنگ کے ذریعہ اس کے مفہوم کو پاکر اُسے اپنی زندگی کے اندر ڈھال رہے ہیں۔ کیونکہ جہاں پہلی قسم کے لوگ ایک خاص قسم کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کی چال موکش مارگ پر بہت دھیمی ہے۔ وہاں یہ دوسرے لوگ ایک اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ لیکر ہوائی سفر کر رہے ہیں۔

۵- یہاں یہ وچار کرلینا بے جا نہ ہوگا۔ کہ "انسانی زندگی کا آخر منتہائے مقصد کیا ہے"۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کائنات کا ایک ضروری جزو ہے۔ ایشوری سرشٹی کی ایک اوبھت رچنا ہے اور بھوت پرانیوں میں ایک جیو جونی ہے۔ اس کی پیدائش قیام اور فنا یعنی زندگی اور موت کے قوانین باقی پرانیوں کے ساتھ ایک جیسے ہیں۔ یہ بھی ماں باپ سے جنا جاتا ہے۔ اِردگرد

سے مختلف ذرائع سے خوراک جمع کر کے پانی کے ساتھ اُسے اپنے میں جذب کرتا ہے جس سے بڑھتا ہے اور زندگی کو قائم رکھتا ہے۔ دیر یہ روپی بیج سے اپنے جیسے کئی ایک نمونے پیدا کر کے خود پھر ملک عدم کو روانہ ہو جاتا ہے۔ یہی حال تمام پرانیوں چرند پرند اور بناسپتی کا ہے۔ لہذا قدرتی قاعدہ کے انوسار تمام پرانیوں کی اُتپتی استھتی اور نروان ایک سا ہے۔

۶۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سوائے تمام پرانی پرکرتی ماتا کی گود میں پیدا ہوتے بود و باش رکھتے اور اسی کے اندر سما جاتے ہیں۔ ان کے اندر مادمنی یعنی اہنکار کا کوئی خیال تک نہیں ہوتا۔ لہذا کرموں کا کوئی قانون وہاں حاوی نہیں ہو سکتا۔ ان کو اسی لئے بھوگ یونی کہا گیا ہے۔ یعنی وہ صرف بھوگ بھوگتے ہیں۔ نئے کرم نہیں کرتے۔ لیکن انسان جونہی ہوش سنبھالتا ہے۔ خیال مادمنی اس کے اندر جاگیر ہوتا ہے۔ تو مَیں مَیں کرنے لگتا ہے۔ تب ماتا کی گود سے تقریباً باہر نکل جاتا ہے۔ گو اس کی نظر اور اثر سے دور نہیں بھاگ سکتا۔ لیکن یہ چترائی سے حتی الامکان اس شکتی پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ جو اس کا منبع اور کلیا ادر مادی ہے اور اس کے تاثرات سے نہایت لاپرواہی سے بچنا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ اپنے کرموں کا کرتا اور پھلوں کا بھوگتا ہے۔ دکھ سکھ کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ پریشانی اور پشیمانی کا میوہ چکھتا ہے۔ اور خود پیدا کردہ مصیبتوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اپنے آپ میں بندھن محسوس کر کے مکتی کی اچھا کرتا ہے۔

۷۔ اپنے بندھن کے صحیح سروپ کو نہ سمجھ کر مکتی کی خیالی تصویریں قائم کرتا ہے اور اس کے مطابق کئی پرکار کے سادھن تجویز کرتا ہے۔ جس سے بھول بھلیاں میں گرفتار ہو جاتا۔ کچھ دیکھا دیکھی اور کچھ سن سنا کر کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ ہوتا

ہے۔ مندر جاتا ہے۔ تلک لگاتا ہے آرتی میں شامل ہوتا ہے۔ کتھا سنتا ہے سماج میں بڑا اسمان بھی پاتا ہے۔ لیکن جب دُنیادی کاروبار میں لگتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ کم تولتا ہے۔ دوسرے کو دھوکا بھی دے لیتا ہے۔ غرضیکہ اپنے نجی فائدے کی خاطر کسی کام کو ورجت نہیں جانتا۔ اپنے اس ویوہار سے شرمندہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی چترائی بگھارتا ہے۔ لیکن جب موت نزدیک آتی ہے۔ شریر جرجر ہوتا ہے۔ اعضا کانپتے ہیں۔ اندریاں جواب دے دیتی ہیں۔ اپنے بیگانے مذاق کرتے ہیں۔ اپمان ہوتا ہے۔ موہ کی مضبوط زنجیروں میں جکڑا ہوا پھانسی کے قیدی کی طرح مجبور رہتا ہے۔ اس وقت شوک کھید اور وشاد کی اوستھا شامل حال ہوتی ہے۔

۸۔ منن شیل بدھمان: مہاپُرشوں نے جیووں کی اکثریہ دشا دیکھ کر گہرا وچار کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ منش کا دھرم اپنے آپ کو شبھ گنوں سے سنوار کر سچی شنتا کو پراپت کرنا ہے۔ شریر جو کہ ایک اپورن وستو ہے اور ساد ھن ماتر ہے۔ اس کو اپنا ایک اوزار جاننا اور اپنے آپ کو اس کا مالک اس سے بھن یقین کرنا۔ سب بھوت پرانیوں کو اپنا سروپ جان کر اُن سے پریم اور سیوا کا بھاو رکھنا۔ جس سے ہردے کی تپش دور ہو کر ایک ٹھنڈک یا تسلی حاصل ہو یہی انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ انہی وچاروں کو قلمبند کیا گیا جو آج گرنتھوں کے روپ میں اپلبدھ ہو رہے ہے۔

۹۔ شریمد بھگوت گیتا بھی ایسے ہی گرنتھوں میں سے ایک ہے۔ بھگوان دید ویاس کا ایک اتم پریاس ہے۔ سرو بھوتوں کے ہت میں اس کی رچنا ہوئی ہے۔ اس کا اُپدیش نہ تو ایک دیشی ہے نہ وواچی۔ سرو کال اور سرو دیش میں اُپیوگی نتیہ ست کا یہ سار اپدیش ہے۔ نرادر نارائن کو اس کا پاتر چنا گیا

ہے۔ نر کی کھید یکت ستھی دیکھ کر نارائن اُپدیش کر رہے ہیں۔ نر سوال کرتا ہے
نارائن جواب دیتے ہیں۔ نارائن کو خوب ریجھا ہوا دیکھ کر نر نے ان سے گو ہیہ
پرشن کر دئے۔ پُورن منش کا روپ دریافت کیا نارائن کیا مصور نہیں ہو سکتے
انھوں نے وہ تصویر بنائی۔ وہ خاکہ کھینچا کہ نر مگدھ ہو گیا۔ سچے انسان کی یعنی عارف
کامل کی شبیہ تیار ہو گئی۔ جو تمام وقتوں کے لئے اب مشعل راہ کا کام دے سکتی
ہے۔ یہی شبیہ (تصویر) ہندو سماج اور بھارت دیش کا جیتا جاگتا آدرش ہے۔
جس نے سناتن اور سپھرتی کو قائم رکھا ہے۔

۱۰۔ نر اور نارائن یعنی ارجن اور بھگوان شری کرشن کی اس واک لیلا کو ہی اس
پستک میں پرورشت کیا جا رہا ہے۔ پہلے شلوک کو دوہے کے روپ میں
پیش کیا ہے۔ پھر اس کے بھاوارتھ اور اس کے بعد تشریح رکھی گئی ہے۔ کسی
مت دشیش کا آشرہ نہیں لیا گیا۔ آزادانہ کھلے وچار دئے گئے ہیں۔ تاکہ آپ
میرے پیارے ادھیا پوجیہ پاٹھک اس کا رس آسوادن کریں اور آنندت
ہوں۔ ایشور سمتی دیویں۔ تاکہ ہم توہمات کی دماغی غلامی سے آزاد ہو کر کھلے وچار
کرنے کے عادی ہوں۔ جیسا کہ یاگیہ ولکیہ گارگی اور جنک کے زمانے میں بھارت
واسیوں کا عام دھییئے تھا۔ جس سے وچار دھارا میں پرگتی ہو۔ ایشور سہائی
ہوں۔ اوم تت ست۔

آپ کا سیوک۔ نر سنگداس۔ ڈیرہ دون

1/58

اوم

گیتا گیان امرت

دوہا۔ سوچ اسوچ کی کرت ہے۔ کہت گیان کی بات
سوچ نہ پنڈت کرت ہیں۔ جیوت اور گت جات

(ادھیائے ۲ شلوک ۱۱)

بھاوارتھ۔ ہے ارجن۔ جن کیلئے شوک نہیں کرنا چاہیئے۔ تو ان کیلئے شوک کرتا ہے اور باتیں گیان کی بناتا ہے۔ پنڈت لوگ۔ گیا مرتک اور گیا جیوت کسی کے لئے شوک نہیں کرتے۔

(تشریح) بھگوان شری ویدویاس نے تمام اپنشدوں کے گیان کو جو بہت بڑے وستار میں ہے۔ ایک جگہ جمع کردیا اور اُسے گوروشِشیہ سمواد کی ریتی سے گیتا روپی پستک کے روپ میں سنسار میں پرگٹ کیا۔ اس کے لئے دو پاتر بھگوان شری کرشن و یودھا ویر ارجن اور اُپدیش کا استھان کوروکشیتر کی رن بھومی کو چُنا۔ شری کرشن اور ارجن کو نارائن اور نر کا اوتار بھی بیان کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ گیتا نارائن کا نر کے لئے اُپدیش ہے۔ جگیاسو کو اس ادھیاتمک درشٹی سے گیتا پر وچار کرنا یوگیہ ہے جو لوگ اس طرح گیتا روپی سمندر میں غوطہ خوری کرتے ہیں وہی گیان اور شانتی روپی آبدار موتی حاصل کرتے ہیں۔

گیتا کا پہلا ادھیائے جگیاسو کی مانسک دشا کو ظاہر کرتا ہے۔ تذبذب بے چینی۔ نافیصلہ کن حالت۔ دُکھ۔ وشاد۔ ویراگ وتیاگ کی بھاونا کی پربلتا۔ اور بالآخر شرناگتی۔ جب جگیاسو اپنے آپ کو بھگوان کے ارپن کردیتا

ہے اور دین عاجز ہو کر یوں پرارتھنا کرتا ہے۔

ع دین تمہاری شرن ہو دیجے جُگت بتائے

اُس وقت بھگوان سوئم اس کی رہبری قبول کرتے ہیں۔ اور ستگورو کے روپ میں دستگیری کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ ارجن کا حال ہوا۔ دو سیناؤں کے درمیان کھڑے ہو کر جب اس نے وشاد یکت ہو کر بھگوان سے رہبری کے لئے درخواست کی۔ اُنھوں نے کرپا پوروک اس طرح سے بچن کہے۔
اے ارجن۔ تو گیان ویراگ اور تیاگ کی باتیں تو بہت بناتا ہے۔ لیکن تو؟ ان کے لئے رنج اور غم ظاہر کر رہا ہے جن کے لئے غم کھانے کی ضرورت نہیں۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اگیانی ہے۔ تیری بُدھی بھرمائی ہوئی ہے۔ اور تیرا من وکھشپت ہے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ سنسار کا چکر جیو کا آنا جانا۔ دُکھ سُکھ۔ تیرے محدود پرتین پر منحصر ہے اور تیری عقل اور سوچ کے بغیر سب درہم برہم ہو جاوے گا۔ تیری یہ بھول ہے۔ کیونکہ یہ اس مہان کھلاڑی کا کھیل ہے۔ مہان تیجسوی اور پرکاش روپ کا پرکاش ہے۔ مہان بدھی مان کی بُدھی پوروک رچنا ہے اس لئے یہاں کی ہر شے معقول اور مکمل ہے۔ اظہار (ظاہر ہونا) اور اِخفا (چھپ جانا) اس کے دو پہلو ہیں تبدیلی اس کا زیور ہے۔ نانا تو (کثرت) اس کا بہو روپیاپن ہے۔ اس طرح کارخانہ حیات میں شرک کرنا دانائی نہیں ہے۔ جو لوگ دانا۔ عالم۔ تتو کو جاننے والے ہیں وہ مرتے ہوؤں کا یا جیتوں کا سوگ یا غم نہیں کرتے۔ سب انتظام جب پربھو لیلا دھاری کے ہاتھ میں ہے۔ جو سرو گیہ۔ سرو شکتیمان ہیں تو فکر و غم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے جگیا سو کو واجب ہے کہ پورن رُوپ سے آتم سمرپن کر دے۔ سب کچھ پربھو آگیا میں دیکھے جس

سے ہوئیں یا اہنکار مٹ جائے۔ شک اور غم دور ہو جاوے۔ اُپنشد میں آیا ہے "ترتی شوک آتم وِت" یعنی آتم کو جاننے والے دھیر گیانی پُرش شوک کو ترجاتے ہیں۔

اس شلوک کا ترجمہ خواجہ دِل محمد نے اردو نظم میں یوں کیا ہے۔

تو باتوں کے عاقل نہ ہو دل ملول
نہ کر ان کا غم جس کا غم ہے فضول
ستائیں نہ دانا کو رنج والم...
مرنے کا نہ سوگ اور نہ جینے کا غم

دوہا۔ ہم تم ارنرپتی جیتے۔ ان کو ناش نہ ہوئی
تینوں کال میں تھر رہیں۔ ایسے سب جو کوئی دادھیائے ۲ شلوک ۱۲

بھاوارتھ۔ چونکہ آتمانت یعنی دائم قائم ہے۔ شوک کرنا نامناسب ہے درحقیقت نہ تو ایسا ہے کہ میں تو اور راجہ لوگ کسی کال میں نہیں تھے یا آگے نہیں ہوں گے۔ یعنی ہم سب آتما ابناشی ہیں۔

(تشریح) پچھلے شلوک میں بھگوان شری کرشن نے اپنے سکھا ویر ارجن کی

غمناک صورت دیکھ کر اسے اُلاہنا دیکر یہ کہا تھا کہ تُو باتیں تو گیان کی بناتا ہے۔
لیکن اُن کے لئے غم کھاتا ہے۔ جن کے لئے کوئی غم نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ اس
جیون میں کسی شے کیلئے بھی شوک کرنا اُچت نہیں۔ اب اسی بات میں ہیتو
بتاتے ہیں۔ شوک من کی ایک برتی ہے جو کہ اس وقت اُٹھتی ہے جب منش
اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ یا مطلوب شے کے کھو جانے میں اور غیر مطلوب
کے حاصل ہونے پر منش میں شوک کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مطلوب اشیا کے ملنے
میں اور غیر مطلوب کے ناش میں جو خوشی کی لہر پیدا ہوتی ہے۔ اس کو ہرش کی
برتی کہتے ہیں۔ عام انسان دنیاوی زندگی میں روزمرہ ان ہرش اور شوک
برتیوں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک تیسری برتی بھی گاہ بگاہ اُٹھا
کرتی ہے۔ وہ ہے اُداسین برتی۔ جن چیزوں میں ہم کو نہ راگ ہے نہ دویش۔
ان چیزوں کے ملنے اور نہ ملنے میں ہم کو نہ ہرش ہوتا ہے نہ شوک۔ ان دونوں
سے ولکشن اداستھاہی اوداسین برتی ہے۔ مثال کے طور پر یوں لو۔ ہم ایک
راستے پر جا رہے ہیں اچانک راستے میں ہماری نظر ایک کالے سانپ پر پڑی جو کہ
پھن اٹھائے راستہ گھیرے پھنکار رہا ہے۔ فوراً ہی ہماری بدھی میں دویش
کی بھاونا اُتپن ہوتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ ہمارا شترو جلد از جلد راستہ
سے ہٹ جاوے یا اس کے ناش کا کوئی سامان ہو۔ اگر وہ راستہ سے نہیں ہٹتا
ہمارا پیچھا کرتا ہے تو فوراً ہمارے اندر ایک شوک کی برتی پیدا ہوتی ہے۔
اور جونہی وہ راستہ چھوڑ کے چل دیتا ہے یا کوئی لٹھ بند آ کر اس کو مار دیتا
ہے اس وقت ہرش یا خوشی کی برتی اٹھتی ہے۔ تھوڑی دور آگے جا کر سونے
کی انگوٹھی نظر آتی ہے اس کو دیکھ کر ہمارا راگ لوبھ دوش جاگ اٹھتا ہے۔
اور ہرش کی برتی کو اتپن کرتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جلد از جلد اس انگوٹھی کو

اٹھالیویں لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے کسی دوسرے نے اس کو اٹھا لیا۔
تو یہ دیکھ کر پھر شوک برتی پیدا ہوتی ہے۔ وہیں راستے میں ایک تنکا پڑا ہوا ہے نہ
اس میں ہمیں راگ ہے اور نہ دویش۔ ہم اس کو ایسے ہی اٹھا بھی لیتے ہیں اور پھر
پھینک بھی دیتے ہیں من میں راگ دویش نہ ہونے سے اُداسین برتی ہی
رہتی ہے۔ اس طرح منش کے اندر راگ دویش اور اداسینتا تینوں بنے رہتے
ہیں اور موافق حالات میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کیونکہ کسی
کو ہم انوکول یعنی موافق جانتے ہیں۔ کسی کو اپنے پرتی کول یعنی غیر موافق مانتے
ہیں۔ کچھ چیزوں سے جن کے ساتھ ہمارا کوئی سمبندھ نہیں ان سے اسنگ رہتے
ہیں۔ انوکول پدارتھوں کو متر۔ پرتی کول کو شترو اور نسمبندھت کو سم کرکے سمجھتے
ہیں۔ متر۔ شترو اور سم پدارتھوں میں ہی راگ دویش اور اُداسینتا یا ہرش شوک
اور اُداسین برتیاں اُٹھتی ہیں۔ اب انوکولتا اور پرتی کولتا۔ دونو منش کے ستھول
اور سوکشم شریر سے سمبندھت ہیں۔ جتنی جتنی ہماری ممتا شریر اور انتہ کرن میں
ہے اتنی اتنی وشمتا (بھید) ہمیں باہر کی سرشٹی میں پرتیت ہوتی ہے اسی وشمتا کے
کارن ہرش شوک آدی ورتیاں انتہ کرن میں اٹھتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ راگ دویش
ہرش شوک آدی دوندو یہ ابھمان یا شریر ادھیاس کی وجہ سے ہیں۔ شریر
ادھیاس ہی وہ بیماری ہے جس کے کارن منش تین تاپوں سے تپ رہے ہیں
اور اس کا علاج سوائے آتم گیان کے دوسرا نہیں۔

اسی لئے بھگوان شری کرشن جو کہ اپنے وقت کے بہت بڑے روحانی معالج
تھے۔ ارجن کی اس بیماری کو بھانپ گئے اور اُسے آتما کا اُپدیش سب سے پہلے دیا۔
انھوں نے کہا۔ اے ارجن تو اپنے سامنے اور ارد گرد جو شترو متر روپی سیناؤں کو
دیکھ رہا ہے اور ان کے ناش کی چنتا سے ویاکل ہو رہا ہے۔ یہ اکارن ہے۔

ہمارے تمہارے سمیت جتنے یہ راجہ لوگ ہیں۔ان کا کبھی ناش نہیں ہو سکتا ہے۔
یہاں تمھیں جو کچھ ہستی والا پرتیت ہو رہا ہے۔ وہ تینوں کال میں قائم رہنے والے
ہیں تو ان کے ظاہری شکل وصورت پر مت بھول۔ یہ شریر بنتے اور بگڑتے رہتے
ہیں۔آکار میں وکار آسکتا ہے۔لیکن ہم سب۔"یاد رکھ"۔شریر ماتر نہیں۔ہم شریر
کے سواحی سنچالک اور مالک ہیں۔شریر ہمارا رتھ ہے۔اور ہم اس کے سارتھی
ہیں۔یہ ہمارا مکان ہے اور ہم اس میں مکیں ہیں۔ یہ ہمارا کارخانہ ہے اور ہم اس
کے ڈائرکٹر ہیں۔شریر ہماری سیرگاہ ہے اور ہم اس میں سیر کرنے والے ہیں۔
اے ارجن سب شریروں کا یہی حال ہے۔ لہذا ہم وہ دیاپک ستا ہیں جو انتر
یامی سوترآتما برہم کے نام سے وکھیات ہے۔آکار وکار سے رہت نرا کار
اور نروکار ہیں۔ترکال ابادھ اور ست ہیں۔ایسا ہمارا اپنا آپ (آتما) ہے۔
اس لئے تم شریر کا موہ چھوڑو۔اس سے ناتا توڑو آتما برہم میں نیشٹھا جوڑو۔
اپنے دھرم سے منہ نہ موڑو۔اس آتم درشٹی کا آشرہ لیکر دیکھو۔جب ہم سب
انباشی آتما ہیں تو پھر ناش کس کا ہو سکتا ہے۔ایک انباشی آتما کے سوائے دوسرا
کوئی ہے نہیں۔ناش کوئی ہوگا نہیں۔تو تم شوک کس بات کا کر رہے ہو۔
اس طرح جگت گورو شری کرشن نے جگیاسو کیلئے سب سے بڑا سادھن
شریرادھیاس کو دور کرنے کا آتم گیان دوارہ "ناہم شریرم" "میں شریر
نہیں" کا ابھیاس بتایا۔جس کے پک جانے سے شوک۔موہ۔اور بھے تینوں کا
یکدم ناش ہو جاتا ہے۔

ازل سے تھی موجود ہستی مری	ازل سے تھی موجود ہستی تری
یہ راجے سبھی اور یہ خلقت تمام	ہمیشہ سے ہیں اور رہیں گے مدام

(دل محمد)

گیتا گیان امرت

(۳)

دوہا۔ بال جوانی بِردھتا۔ یا دیہی میں ہوت
تیسے دیہی نر لئے۔ دھیر نہ موہت ہوت (ادھیائے ۲۔ شلوک ۱۳)

بھاوارتھ۔ جس طرح اس شریر کے اندر بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا باری باری آتے ہیں اسی طرح جیو آتما کو ایک شریر کے بعد دوسرے شریر کی پراپتی ہوتی ہے۔ اس تتو کو جاننے والے رازدان بُدھی مان پُرش موہ اتھوا شوک نہیں کرتے۔

(تشریح) بھگوان شری کرشن ارجن کا موہ دُور کرنے کے لئے وِویک کا اُپدیش دے رہے ہیں۔ آتما اور اناتما میں بھید درشاتے ہوئے آپ نے تبلایا کہ آتما نِتیہ ہے سدا سے ہے اور سدا رہے گا شریر فانی ہے۔ آتما کا شریر سے کوئی سمبندھ نہیں۔ ہم تم اور سب راجہ لوگ آتما ہیں۔ شریر نہیں۔ اس لئے ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے ناش کا کوئی بھے نہیں۔ اتھوا شوک کا کوئی کارن نہیں۔ اسی وشئے کو درڑھ کرنے کے لئے بھگوان اب ایک اور یکتی سے کام لیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جن جیووں کو انادی کال سے اگیان وش شریر ادھیاس دوارا یہ بھرم ہو رہا ہے کہ "وہ شریر ماتر ہی ہیں۔ شریر کے ساتھ ان کا جنم ہوا ہے۔ شریر کے انت میں ان کا انت ہے"؛ ان کو اتنا

کہہ دینے سے کہ "وہ آتما ہیں شریر نہیں ہیں"۔ یقین نہیں آسکتا۔ نہ ان کا شریر
ادھیاس اتنا جلدی دور ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ آتما اور شریر کا
نرنہ (سروپ) جُداگانہ طور پر صاف صاف بیان کیا جاوے۔ جس سے بُدھی
میں ان کا بھید ساکشات پرتیت ہو۔ کیونکہ اسی سے ست نشچہ کی پراپتی ممکن
ہو سکتی ہے۔

اس شلوک میں شریر اور آتما کا سمبندھ جتلانے کیلئے ایک سادہ مثال
سے کام لیا گیا ہے شریر کی چھ حالتیں ہوتی ہیں۔ گربھ میں آنا۔ پیدا ہونا۔ بال پن۔
جوانی۔ بڑھاپا اور موت۔ ان کو ہی کھٹ اُرمی کہتے ہیں۔ ایسے تبدیل ہونے والے
شریر کو چھن بھنگر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لمحہ بہ لمحہ ناش کی طرف جا رہا ہے۔ اس
شریر کی مندرجہ بالا حالتیں اپنے آپ قدرتی قاعدہ کے مطابق آتی اور جاتی
ہیں۔ جیو آتما جو اس شریر میں نِواس کرتا ہے۔ وہ ان تمام تبدیلیوں سے مبرّا
اور پاک ہے۔ کیونکہ وہ بھی اگر جسم کی حالتوں کے ساتھ ساتھ بدلتا جاتا یا اس کا
بھی جنم اور مرتیہ ہوتی تو وہ آدا ورانت والا وکاروان استیہ دستو ہوتا۔ وہ
شریر کو اس کی مختلف حالتوں کو۔ جیون کی گھٹناؤں کو نہ جانتا اور نہ یاد کرتا۔
لیکن امر واقعہ چونکہ یہ ہے کہ جیو بڑھاپے میں بھی اپنے بچپن، جوانی کے واقعات
کو یاد کرتا ہے جسم پر بیتی ہوئی تمام باتوں کا بیان کرتا ہے اور جو انوبھو کرتا ہے
و دیکھتا ہے۔ وہی یاد بھی کر سکتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے
کہ جیو جو بچپن میں تھا وہی جیو جوانی اور بڑھاپے کے شریر میں ہے۔ وہی
اُس وقت دیکھنے والا تھا۔ وہی اب بیان کرتا ہے۔ لہذا جیو جسم سے الگ
شے ہے۔ جیو دیکھنے والا۔ جاننے والا ہے۔ شریر دکھائی دینے والی شے اور
جانی گئی دستو ہے۔ جیو وکار (تبدیلی) سے رہت یا نروکار ہے اور شریر

وکاری (تبدیلی یکت) ہے۔
ایک دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دیکھنے والا ہمیشہ دکھائی دینے والی شے سے علیحدہ اور الگ ہوتا ہے۔ میں گھوڑے کو دیکھتا ہوں۔ میں گھوڑے سے علیحدہ بھن وستو ہوں۔ میں درشٹا ہوں اور گھوڑا درشیہ ہے۔ اسی طرح شریر اندریہ من بُدھی اہنکار آدی تمام قبیلہ درشیہ ہے۔ ان سب کا درشٹا اور گیاتا میں ہوں۔ اس قاعدہ سے بھی آتما اور جسم دو الگ الگ وستو ہیں۔ جن کے دھرم بھی جُدا گانہ ہیں بلکہ بالکل ایک دوسرے سے متضاد ہیں مثلاً آتما چیتن ہے۔ نروکار۔ ست ہے۔ شریر جڑ ساکار وکاری اور است ہے۔ جس طرح روشنی اور اندھیرا ایک جگہ نہیں رہ سکتے اسی طرح آتما اور شریر کا کوئی سمبندھ نہیں ہو سکتا اور جو سمبندھ نظر آتا ہے۔ وہ ایک بھرم ہے۔ متھیا ہے۔ آتما شریر کے گربھ میں آنے سے پہلے اور شریر ناش کے بعد اپنے نج سروپ میں قائم رہتا ہے اور شریر کے ہونے اور نہ ہونے میں اس کی ہستی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لہذا جنم اور مرتیو شریر کا ایک سو بھاوک دھرم ہے اور پراکرتک کریا ہے جو آتما کو کسی پرکار سے وکار یا کھید سے یکت نہیں کر سکتی۔ جسطرح پانی کو لہر بحر اور نہر کی تقسیم یا پھین بد بدے وغیرہ کی کثرت کسی صورت میں تبدیل نہیں کر پاتی جس طرح سونے کی برنگ مختلف زیورات کی شکل میں نمودار سونے کی اصلیت میں کوئی وکار نہیں پیدا کرتی۔ جس طرح مٹی کے ہزاروں نام اور روپ والے برتن مٹی میں کوئی وکار پیدا نہیں کرتے جس طرح لوہے کے تمام اوزار باوجود انیک نام اور روپوں کے لوہے میں بالکل پریورتن نہیں کر سکتے۔ اسی طرح چیتن اور نروکار آتما میں انیک پرکار کے شریروں کا بھاو اور ابھاو اُس ستا سامانیہ کو اپنے

شدھ سروپ سے چلا یُمان نہیں کر سکتا وہ نتیہ پری پورن وستو اپنے آپ میں جیوں کی توں قائم ہے۔ اسی لئے سنگورو شری وششٹ جی نے بھگوان رام کو کہا تھا۔ "ہے رام جی۔ جگت تینوں کال ہوا نہیں۔ اگیانی کو جگت اور گیانوان کو برہم دکھائی دیتا ہے۔"

بھگوان شری کرشن ارجن سے کہتے ہیں۔ جس طرح جسم میں بال پن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے۔ مگر آتما میں کوئی وکار اُتپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے پُرش ایک شریر چھوڑنے کے بعد دوسرے شریر کو گرہن کر لیتا ہے۔ اس قاعدہ ازلی کو سمجھنے والے گیانوان شریروں کے بھاو ابھاو میں اگیانیوں کی طرح نہ موہ کو پراپت ہوتے ہیں اور نہ شوک ہی کرتے ہیں۔ اے ارجن تو اگیانی نہ بن۔ گیانوان۔ بدھیمان بن اور شوک اور موہ سے پار ہو جا۔ گوش ہوش سے سُن۔ ؎

کرے روح جیسے تغیر بغیر | لڑکپن جوانی بڑھاپے کی سیر
یہیں پھر نئے تن میں ہوگی مکیں | اگر دل ہے مضبوط چنتا نہیں

(دِل محمد)

نرسنگداس لو۔ الٰہ آباد۔ 56-1-19

---

(۴)

دوہا۔ ارجن اندری جنیل وشے۔ جو سکھ دُکھ دیت
شیت اوشن نہیں تھِر رہے۔ سہہ تن کو ابہہ ہیت (ادھیائے ۲ شلوک ۱۴)

بھاوارتھ۔ ہے کُنتی پُتر ارجن۔ سردی گرمی۔ اندریوں اور ان کے وشیوں کا سنیوگ جو کہ سکھ دُکھ کے دینے والا ہے چھن بھنگر اور

انت ہیں۔ اس لئے تو ان کو سہن کر۔

(تشریح) بھگوان اب تک آتم بودھ کے ہیتو آتم اناتم ویک کی وارتا کہہ رہے تھے۔ انھوں نے ارجن کو آتما کا امر اور اوناشی روپ سمجھانے کی غرض سے شریر کی نشورتا اور آتما اور شریر کا بھید اور ان ہر دو میں انیہ نادھیاس کا ورنن کیا۔ شریر کے دھرم آتما میں اور آتما کے دھرم شریر میں پرتیت ہونے کو "انیو ان ادھیاس" کہتے ہیں۔ بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا شریر کے دھرم ہیں۔ لیکن ہر کوئی یہ کہتا ہے میں جوان ہوں، میں بچہ ہوں، یا میں بوڑھا ہوں۔" حالانکہ اصلی "میں" جو آتما کا پریائے واچک شبد ہے۔ وہ نہ بچہ نہ جوان نہ بوڑھا ہوتا ہے۔ وہ جنم مرن سے رہت ہے۔ جنم مرن یعنی شریر کا گرہن و تیاگ سوکشم شریر کا دھرم ہے۔ لیکن ہر کوئی یہی مانتا ہے کہ میں جنما ہوں اور میں مروں گا۔ اسی بھول بھرم کو دور کرنے کے لئے انھوں نے کہا کہ لڑکپن جوانی اور بڑھاپا شریر کی اوستھائیں ہیں آتما کی نہیں۔ اسی طرح سوکشم شریر ایک ستھول شریر کو چھوڑ کر دوسرے شریر کو پراپت ہوتا ہے۔ آتما نہیں۔ گویا آتما ستھول اتھوا سوکشم شریر کا پرکاشک ہے و نیز آشرہ اور ادھشٹان ہے۔ شریر آتما کا آشرہ نہیں۔

اسی بات کو اور واضح طور پر ذہن نشیں کرنے کے لئے یوں سمجھیں کہ شریر پر تین حالتیں باری باری وارد ہوتی رہتی ہیں۔ جاگرت۔ سوپن۔ سوشپتی۔ چیتن ستا جب آنکھوں میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ اور ستھول شریر کام کر رہا ہوتا ہے اس حالت کو جاگرت کہتے ہیں۔ جب ستھول شریر بستر راحت پر آرام کرتا ہوتا ہے۔ چیتن ستا کنٹھ یعنی گلے میں ستھت ہوتی ہے جس سے من سوپن کا سنسار بمعہ اپنے شریر کے رچتا ہے۔ اور جاگرت کی طرح کاروبار ہوتا ہے۔ سوکشم شریر کی اس اوستھا کا نام سوپن ہے۔ جب سوپن سے رہت گہری نیند میں پرش

جاتا ہے۔ جہاں من اندریوں کا بیوہار بند ہوتا ہے۔ جہاں ستھول شریر مردے کی طرح پڑا ہوتا ہے۔ جہاں کوئی دوسرا رہ نہیں جاتا۔ جہاں اپنا ذاتی سرور جلوہ گر ہوتا ہے جس وقت چیتن ہردے دیش میں براجمان ہوتا ہے۔ اس اوستھا کو سوشپتی کہتے ہیں۔

جاگرت اوستھا میں جب ستھول شریر کام کر رہا ہوتا ہے۔ میں ستھول شریر کو اس کے تمام انگوں کو اس سے ہونے والے تمام کاموں کو دیکھتا ہوں پرکاش کرتا ہوں اور جانتا ہوں۔ اسی طرح سوپن اوستھا میں سوپن شریر کو اس کے کاموں کو۔ سوپن سنسار کو دیکھتا۔ پرکاشتا اور جانتا ہوں۔ سوشپتی میں شریر اندریوں من بدھی آدمی تمام سنسار کے نہ ہونے کو۔ اور کچھ نہ جاننے (اگیان) اور اپنے آرام کو دیکھتا جانتا اور پرکاش کرتا ہوں۔ اور جاگ گئے پر سوپن اوستھا میں دیکھے ہوئے سوپن کا۔ سوشپتی اوستھا میں انوبھو کئے ہوئے آرام و اگیان کا تذکرہ کرتا ہوں۔ سونے سے پہلے کئے ہوئے تمام کاموں اور بیتی ہوئی تمام باتوں کو یاد رکھتا ہوں اور جانتا ہوں۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ میں باوجود تبدیل حالات مندرجہ بالا کے کوئی غیر مبدّل شے واحد ہوں جو تمام تبدیلیوں کو اسنگ اور الگ رہ کر دیکھتا ہوں۔ جس طرح میں ایک شریر میں ساکشی پرکاشک اور گیاتا کے روپ میں ویاپ رہا ہوں۔ اسی طرح میں تمام شریروں میں پرکاش کرتا ہوں اور جانتا ہوں۔ یہ شریر مجھے نہیں جان سکتے میں ان کو جانتا ہوں یہ شریر جڑ ہیں۔ میں چیتن ہوں۔ ان تمام شریروں کے ہوتے ہوئے میں شریر سے رہت سدا اسنگ اور الیپ ہوں۔ شریر کی کریاؤں سے کرتا نہیں ہو جاتا۔ پنوں سے پُنی اور پاپوں سے پاپی نہیں ہو جاتا۔

اس کی مثال یوں لیں کہ پُرش جب بازار میں گھومنے جاتا ہے وہاں بازار

کی بھیڑ بھاڑ اور رونق کو دیکھتا ہے۔ وہاں کے شور و شر کو سنتا ہے۔ جب وہاں سے اس کا دل اوب جاتا ہے وہ کسی تھیٹر یا سینما ہال میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں رنگا رنگ کے تماشے جلدی جلدی بدلنے والے سین وغیرہ دیکھتا ہے۔ اور دل بہلاتا ہے جب وہاں بھی تھک جاتا ہے۔ تو کسی ادیان یا اُپ بن میں آبادی سے دور باہر نکل جاتا ہے جہاں تن تنہا بیٹھ کر شانتی اور خموشی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ وہاں آرام کرنے کے بعد ترو تازہ ہو کر پھر بازار میں کاروبار کرنے چلا جاتا ہے۔ اب وہ پرش بازار میں گھومتا ہوا بازار نہیں ہو جاتا۔ بازار کے نیک و بد سے نیک و بد نہیں ہوتا۔ سینما ہال میں داخل ہو کر سینما نہیں ہو جاتا۔ نہ وہاں کے ماحول سے وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ اور جنگل میں جا کر وہ جنگل نہیں بن جاتا بلکہ ان تینوں سے الگ اور اسنگ رہتا ہے۔ اسی طرح ہنس روپ اُجّل آتما جاگرت سوپن سوشپتی شریر کی تینوں حالتوں میں سیر کرتا ہوا ان سے الگ اسنگ اور نرلیپ رہتا ہے۔ شریر کے وکاروں سے وکاری نہیں ہوتا۔ بلکہ نروکار رہتا ہے۔

اس پرکار گیان رکھنے والے دھیر پنڈت لوگ موہ اور شوک کو ترجاتے ہیں۔ یہ کہہ کر بھگوان نے ارجن کو شریر گیان سے اوپر اُٹھا کر آتم بودھ میں نشٹھ کرنے کا جتن کیا۔ اب شریر چکتسا کے بعد بھگوان تتکشا کا اُپدیش دیتے ہیں۔ تتکشا برداشت کرنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں سردی گرمی۔ سکھ دکھ۔ مان اپمان۔ بھوک پیاس۔ اتیادی دوندوں کو سم بُدھی سے برداشت کرنا تتکشا ہے۔ شریر ابھمان کو دور کرنے کے لئے تتکشا ایک اُتم سادھن ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اگر کسی جگیاسو کو اگر اس میں کافی کامیابی حاصل ہو جانے پر الٹا ابھمان پختہ ہو جائے تو اس کے لئے یہ دیوار چین کی مانند اس کی راہ میں اڑچن

بن کو گھر (۲) ہو جائے گا۔

بھگوان کہتے ہیں کہ ہماری اندریاں جب جب اپنے اپنے وشوں سے سنیوگ پراپت کرتی ہیں ان سے سکھ دکھ روپی برتیاں پیدا ہوتی ہیں اور چونکہ یہ شریر اور اندریاں چھن چھن میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں ان سے ہونے والے دُکھ سکھ بھی آگما پائی ہیں۔ اسی طرح سردی گرمی مان اپمان وغیرہ دوند بھی ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے نہیں۔ اس لئے ان سے گھبرانا نہیں بلکہ ان کو استھر جانکر آگما پائی مان کر برداشت کرنا چاہیئے۔ س

یہ گرمی یہ سردی یہ دُکھ سکھ تمام ۔۔۔ بس احساس اشیا سے ہوں لاکلام
یہ کیفیتیں آنی جانی ہیں یہ ۔۔۔ سہے جا خوشی سے کہ فانی ہیں یہ (دل محمد)

26.1.56

---

(۵)

دوہا۔ جاکو بیتھا نہ ہوئے کچھو۔ سکھ دکھ گنے سمان
وہی دھیر مکتی لئے۔ بات یہ ہے پرمان (ادھیائے ۲۔ شلوک ۱۵)

بھاوارتھ۔ وہی دھیر پرش موکش روپی آنند کو پراپت کرتا ہے۔ جسے کہیں بھی کسی حالت میں ویاکلتا یا بے کلی نہیں ہوتی۔ اور جو دکھ سکھ کو ایک جیسا سمجھتا ہے۔ یہ بات پکی ہے۔

(تشریح) بھگوان نے کہا تھا۔ اندریوں اور وشیوں کے سمبندھ سے ہونے والے انیک پرکار کے دُکھ سکھ اور گرمی سردی آدی دوند تمام آگما پائی ہیں۔ یعنی آنے جانے والے ہیں۔ انتیہ ہیں۔ ایک حالت پر نہیں رہتے۔ یہ تیرے دھرم نہیں اور نہ تیرے ساتھ ان کا کوئی سمبندھ ہے۔ جنم مرن شریر کا دھرم ہے۔ بھوک پیاس

پران کا دھرم ہے۔ دُکھ سکھ من کا دھرم ہے۔ مان اپمان اہنکار کا دھرم ہے۔ گرمی سردی تو چا کا دھرم ہے۔ اس طرح ان تمام حالات کو ناشوان۔ بیگانہ اور متھیا جان کر ہے ارجن خوشی خوشی برداشت کرنا چاہیئے۔
اسی بات کو وچار شیل گیانوان کے کریاتمک جیون سے سپشٹ کرتے ہیں کہتے ہیں جس آتم گیانی نے اپنے آتما کو شریر سے بھنّ انو بھو کیا ہے اتھوا درڑھ نشچہ کیا ہے۔ دُکھ سکھ میں ڈولتا نہیں ہے بلکہ سمان رہتا ہے۔ اُسے زندگی کی کسی بھی حالت میں پشیمانی اور بے چینی نہیں ہوتی۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ دُکھ سے دُکھی اور سکھ سے سکھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو کچھ اشیا میں راگ ہوتا ہے اور کچھ میں دویش۔ راگ والی چیزوں کی پراپتی میں خوشی اور اپراپتی میں غم ہوتا ہے۔ اسی طرح دویش والی چیزوں کی پراپتی میں دُکھ اور اپراپتی میں سکھ ہوتا ہے اسی لئے کہا ہے جن لوگوں کے ہردے میں راگ دویش کی بھاونا موجود ہے ان کے اندر ہرش اور شوک کی برتیاں اُٹھتی رہتی ہیں جس سے وہ دُکھی سکھی ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جس مہاتما نے راگ دویش کی جڑ شریر ابھمان کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ جو ہرش شوک سے نیارہ ہو کر اُداسین برتی کو دھارن کرتا ہے وہی ادھیاتمک ادھی دیوک اور ادھی بھوتک تاپوں سے شانت ہوتا ہے اور سمتا روپی سیج پر پرمانند روپی نیند سے مسرور اور مخمور ہوتا ہے۔ اسی نے مکتی یا آزادی کو حاصل کیا ہے۔ بقول کسے ؎

بلدو۔ یہ ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں
ہر کام میں ہر دام میں ہر چال میں خوش ہیں

چہرے پہ ہے ملال نہ جگر میں اثرِ غم — ماتھے پہ کہیں چین نہ ابرو میں کہیں خم
شکوہ نہ زباں پر نہ کبھی چشم ہوئی نم — غم میں بھی وہی عیش الم میں بھی وہی دم

ہر بات ہر اوقات ہر افعال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

نری گورو تیغ بہادر جی نے بھی فرمایا ہے ؎

سکھ دکھ دونو سم کر جانے اور مان اپمانا
ہرکھ سوگ سے رہے اتیتا۔ تن جگ تت پچھانا
استت نندا دوؤ تیاگے کھوجے پد نروانا
جن نانک ایہ کھیل کٹھن ہے۔ کنہو گورمکھ جانا

جو پرش سکھ دکھ اتھوا مان اپمان کو برابر جانتا ہے یا ان دونو حالتوں کی پراپتی میں یکساں رہتا ہے اور ہرش اور شوک سے پرے رہتا ہے۔ یعنی جس کے من کے اندر ہرش اور شوک روپی برتیاں اُتپن ہی نہیں ہو پاتی ہیں۔ نیز جو نہ کسی کی تعریف کرتا ہے نہ کسی کی بدگوئی کرتا ہے۔ تمام جیووں سے سمان پریم کرتا ہے اس طرح کرم روپی دوند جال سے اوپر اُٹھ کر جو نروان روپی سمتا پد کو حاصل کرنے کے درپے ہے۔ وہی پرش دھنیہ ہے۔ اُسی نے اس جیون کے راز کو جانا ہے۔ گورو مہاراج فرماتے ہیں۔ یہ کھیل بڑا مشکل ہے۔ پرنتو کسی ورلے گورمکھ (سچے جگیاسو) نے اس بھید کو پایا ہے۔ اسی آشے کو لیکر بھگوان نے ارجن کو کہا ؎

وہ انسان اثر جس پہ ان کا نہیں خوشی سے جو خوش ہو نہ غم سے حزیں
سن ارجن ہے قائم دل اس کا مدام اسی کے ہے شایاں حیاتِ دوام

(دل محمد)

---

(۶)

دوہا۔ جو ہے سو بنسے نہیں۔ جو بنسے سو نا ہیں
جوان تتن کو لکھے۔ گنئے گیانی ماہیں (ادھیائے ۲۔ شلوک ۱۶)

بھاوارتھ۔ جو ست وستو ہے اس کا ناش نہیں ہوتا۔ ناش ہو جانیوالی شے یعنی است وستو کا کوئی وجود نہیں۔ جو مہاپرش ان رازوں کو جانتے ہیں۔ وہی گیانی ہیں۔

(تشریح) بھگوان ارجن کو موہ اور اس سے ہونے والے شوک سے نورت کرنے کی غرض سے اُپدیش کر رہے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے یہ بتایا کہ شوک کرنا اُچت نہیں۔ کیونکہ آتمانت ہے وہ مرتا نہیں ہم تم اور راجہ لوگ سدا سے ہیں اور سدا رہیں گے۔ پھر ظاہرا طور پر ہونے والے جنم مرتیو کو شریر کا وکار دکھلایا کہ بالپن جوانی اور بڑھاپا اس شریر کے اندر ہوتے ہیں۔ شریر کا سوامی ان سے الیپ ہے۔ اسی طرح ایک شریر کے تیاگ اور دوسرے کے گرہن سے بھی دیہی یعنی دیہہ کا مالک جیوں کا توں نروکار قائم رہتا ہے۔ گویا ناش کوئی ایسی وستو نہیں ہے۔ جس کے لئے کھید کیا جاوے۔ پھر آتما سے شریر کا بھید کر کے کہا کہ اندریوں اور ان کے وشیوں کے سنیوگ سے جو سکھ دکھ پیدا ہوتا ہے وہ انت واَنگمایائی ہے اس لئے ان کو حوصلہ سے برداشت کرنا چاہئے۔ اس کے بعد انھوں نے ان لوگوں کے لکشن بتائے جنھوں نے شوک اور موہ سے مکتی حاصل کر لی ہے ایسے پرشوں کو کسی اوستھا میں ویاکلتا نہیں ہوتی اور سکھ دکھ آدی دوندوں میں وہ سمان چت رکھتے ہیں۔

اب بھگوان ارجن کو ایسے گیانی جنوں کی درشٹی اور فلسفہ کا ایک اصول بتلاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ "است کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور ست کا کبھی ناش نہیں ہو سکتا" ست کیا ہے اور است کس کو کہتے ہیں۔ اس پر وچار کرنا ہوگا رست کی پری بھاشا یعنی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔
تینوں کال میں رہنے والا ہو اور جس کا گیان سے ابھاو نہ ہو وہ ست کہلاتا ہے جو دیش کال اور وستو کے پری چھید سے رہت ہے۔ نت۔ ترنا کار اور نروکار ہے اتھوا سرو دیاپک ہے وہی ست ہے۔ جس میں یہ تمام لکشن نہ گھٹیں جو ایک دیش یا کال میں ہو اور دوسرے دیش کال میں نہ ہو جو آکاروالی وستو ہے جس کا گیان دوارا ابھاو ہو جاوے۔ وہ سب است کہلاتی ہیں۔ اب منش شریر کو لیں۔ ہمارے تمام سنسارک بیوہار کی آدھار شلا شریر ہے اور شریر کے تمام پر پنچ آتما یا جیون شکتی کے آدھار پر ہوتے ہیں۔ شریر کے اوپر ست کی تعریف نہیں گھٹ سکتی۔ شریر آدانت والا ہے۔ آکار وکار والا ہے دیش کال وستو سے پر چھن (محدود) ہے۔ گیان سے ابھاو ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ ست نہیں است ہے۔ اب شریر کے اندر ایک دوسری طاقت موجود ہے۔ جس کو چیتن آتما۔ برہم۔ جیون شکتی۔ روح وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ وہ طاقت تینوں کالوں میں رہتی ہے۔ گیان سے اس کا ابھاؤ نہیں ہوتا۔ نراکار نروکار اور دیاپک ہے۔ دیش کال وستو کی حد بندیوں سے پرے ہے۔ شریر کی تمام تبدیلیوں میں وہ غیر مبدّل ہے۔ سوپن میں سوئم جوتی ثابت ہوتی ہے۔ جاننا اور دیکھنا اس کا وصف ذاتی ہے۔ اس لئے وہی ست ہے۔ اسی کو سنتوں نے یوں کہا ہے کہ اس وجود کے اندر لاوجود یعنی وجود سے رہت طاقت موجود ہے اور اس کا انوبھو اسی وجود میں کیا

جا سکتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ چیتن ستا یا جیون شکتی ست ہے اور اس کا کبھی بھی ناش نہیں ہو سکتا اور جو وستو است ہے وہ صرف دیدنی (دیکھنے ماتر) ہے۔ اصلیت میں اس کی ہستی نہیں ہے جس طرح سوپن کا سار اسنسار صرف دیکھنے ماتر ہے اور جب تک سوپن ہوتا ہے ست پرتیت ہوتا ہے لیکن جونہی جاگرت آئی۔ است بھان ہوتا ہے۔ اسی طرح جب پرش اپنے نج سروپ میں جاگتا ہے یہ تمام پرتیتی مان جگت اور پدارتھ است اور محض نمود معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہا ہے کہ است کا درحقیقت کوئی وجود نہیں ہوتا۔ جس طرح فلم کی تصویروں کو دیکھ کر ڈر شوک یا موہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ان کے است ہونے کا درڑھ نشچہ ہے۔ اسی طرح ان تمام است شریروں کے کھیل میں موہ شوک یا بھے نہیں ہونا چاہئے: اس قسم کا تتو گیان رکھنے والے مہاتما گیانی لوگ اس درشٹی سے سدا سم بھاو میں قائم رہتے ہیں اور دکھ سکھ سے پرے برتتے ہیں۔ اسی درشٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھگوان نے کہا ہے

جو حق ہے وہ نابود ہوتا نہیں	جو باطل ہے موجود ہوتا نہیں
حقیقت پہ رہتی ہے جن کی نظر	وہ ہیں بود و نابود سے باخبر

25.2.56

---

(۷)

دوہا۔ جان سوں جگ ایہہ سکل انباشی سو جان
جاہ کو و ناش نہ کر سکے۔ تاہی آتما مان (ادھیائے ۲ شلوک ۱۷)

بھاوارتھ۔ جس سے یہ سب جگت ویاپت ہے اُسے تو انباشی (ناش رہت) سمجھ اور جس کا کوئی ناش نہ کر سکے۔ وہی آتما اپنا آپ)

پاسنے یوگیہ ہے۔
(تشریح) پچھلے شلوک میں آیا ہے کہ ست وستو کا ناش نہیں ہو سکتا۔ اور اَست وستو کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ جس وستو کا وجود ہی نہیں ہے اس کا بھلا ناش کیا ہوگا۔ اس لئے ناش کسی کا ہوتا نہیں۔ لہذا جس کی ہستی ہے وہ ست ہے اور ناش سے رہت ہے۔ ایسی ست وستو ایک ہو سکتی ہے انیک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک سے زیادہ ہونے میں پرچھنتا (محدود) کا دوش آئے گا۔ پھر نراکار اور نروکار بھی نہیں رہ سکتی نراکار اکھنڈ ہوتا ہے۔ جہاں کھنڈ ہیں وہاں آکار ضروری ہے۔ آکار کے بغیر انیکتا قائم نہیں رہ سکتی اور جہاں آکار آیا وہاں وکار آموجود ہوا۔ اسی طرح ایک ہی وستو سرو ویاپک ہو سکتی ہے انیک نہیں اگر ایک سے زائد وستو ہوں گی تو وہ ایک دیشی ہو جاویں گی۔ اس طرح سے وچار کرنے پر نتیجہ یہ نکل آتا ہے۔ کہ ست وستو ایک ہے اور ادویت ہے۔ اکھوا پری پورن ہے۔ ایسی ست وستو کے علاوہ اگر کچھ دکھائی دے تو ست کدا پی نہیں ہو سکتا۔ وہ ضرور متھیا اور اَست ہے لیکن اس اَست پرتیتی کا آدھار وادھشٹان ست وستو ہے۔ جس طرح بھرم میں متھیا سانپ کا آدھار رسّی ہے۔ متھیا چاندی کا آدھار سیپی ہے اور اَست چور کا آدھشٹان ٹھونٹھ ہے۔ یہ آدھار وادھشٹان اَست پرتیتیوں میں ویاپک ہیں۔ ان سے علٰحدہ اُن کی کوئی ہستی نہیں اور آدھار کا گیان ہو جانے پر اَست وستوؤں کا ابھاو ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ جو کچھ پرتیتی مان جگت ہے وہ محض ایک دکھاوا ہے۔ اَست یا متھیا ہے۔ چھن چھن تبدیل ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی پرتیتی ست کے آشرے ہے۔

یا دوسرے شبدوں میں ست وستو اس میں اوت پروت ہے۔ جس طرح جہاں ہم سانپ بھرم سے دیکھتے ہیں وہیں نیچے رسی موجود ہے۔ ہم دراصل رسی کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہم یہاں جس شے کا بھی انو بھو کرتے ہیں وہ ست وستو ہے۔ لیکن بیوہارک ستا میں ہم اُسے ست وستو نہیں ایک نام روپ والی شے دیکھتے ہیں جو کہ کلپت ہے۔ وکاش اور وناش کا کھیل نام روپ تک ہی موجود ہے۔ اس سے پرے نہیں۔ نام روپ میں تبدیلی آتی ہے اور یہی تبدیلی کہیں وکاش اور کہیں وناش نام پاتی ہے۔ جزوی طور پر ہر شے میں ۵ گن پائے جاتے ہیں۔ (۱) نام (۲) روپ (۳) استی (۴) بھاتی (۵) پریے۔ مثلاً گھٹ (گھڑا) نام۔ گول آکار۔ روپ۔ گھڑا ہے ایک ہستی والی شے ہے۔ یہ استی۔ بھاس رہا ہے پرتیت ہو رہا ہے۔ ہستی اپنا علم کرا رہی ہے۔ یہ بھاتی۔ اور ٹھنڈا پانی اس سے ملتا ہے جس سے یہ پیارا لگتا ہے۔ یہ پریہ ہوا۔ اس طرح گھڑے کے اندر و دیگر اشیا کے اندر یہ پانچوں رنگ رہتے ہیں۔ ان میں نام روپ تبدیل ہونے والے ہیں۔ باقی تین سم روپ سے ہر جا حاضر رہتے ہیں۔ ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ یہی تینوں ست وستو کے وصف ذاتی ہیں جن کو اکثر ست چت اور آنند کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا سچدانند پرماتما کے اوپر ہماری کلپنا سے نام روپ کے لباس گوناگوں کا نام سنسار یا جگت ہے۔ اسی لئے جگت کو متھیا یا کلپت یا است کہا گیا ہے۔ اسی لئے گیانیوں نے بآواز بلند پکارا کہ جگت تینوں کال نہیں ہے اس انو بھو کو پا کر منصور نے انا الحق کا نعرہ لگایا۔ شمس تبریز نے اسی کا راگ گایا۔ سوامی رام تیرتھ اسی ست وستو کا دیوانہ ہوا تھا۔ اسی پہ دویکانند مستانہ ہوا تھا۔

چونکہ ارجن کو اپنے سگے سمبندھیوں اور متروں کی مرتیو کے خیال سے

موہ اور شوک ہوا تھا۔ بھگوان اُسے جلدی جلدی گیان روپی ہمالہ کی شکھر پر لے جا رہے ہیں انھوں نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اس سارے وشو میں کوئی وستو ناش کو پراپت نہیں ہو سکتی۔ جس سے سب سنسار اوت پروت یا ویاپک ہے وہ ست وستو ناش سے رہت ہے اور جس کے ناش میں کوئی سمرتھ نہیں۔ وہ تو ہے اسی کو ہمیں اپنا آپ جاننا چاہیے۔ جب ناش ہی کوئی نہیں ہوتا۔ تو شوک کیسا کر رہے ہو۔ سنو۔ ؎

اسی کو بقا ہے اسی کو ثبات — جہاں پر ہے چھائی ہوئی جس کی ذات
بھلا کس کی طاقت ہے کسی کی مجال — فنا کر سکے ہستیٔ لازوال
(دل محمد)

25-2-56

دوہا۔ انت ونت سب دیہہ ہیں جیو رہت ہے نت
ابناشی وہ بست ہے۔ جدھ کری کن مت (ادھیائے ۲ شلوک ۱۸)

بھاوارتھ۔ سارے شریر انت والے ناشوان ہیں اور جیو آتما ناش سے رہت نیتہ سروپ کہا جاتا ہے وہ نروکار ابناشی ہے اس لئے اے متر تو یدھ کر۔

(تشریح) یہ شریر آد اور انت یا آغاز اور اختتام والا ہے۔ وقت کی قید میں پیدا ہوا اور وقت کی قید میں ناش ہو جاتا ہے۔ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ ہزارہا بچے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا نئے شریر بن کر پردہ اظہار پر آتے ہیں۔ اور ہزاروں انسان موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں یعنی ان کے پرانے شریر ناش ہو کر پس پردہ چلے جاتے ہیں۔ لیکن وچار نہیں کرتے کہ یہ کھیل کیسا کھیلا جا رہا ہے۔ اس "چھن لگن"

کی تہ میں کیا راز ہے۔ مایا موہ کے بندھن میں کچھ اس قدر غلطاں ہیں کہ وچار کر
کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ دیکھا دیکھی اندھا دھند تقلید کئے جاتے ہیں۔ یہ ریل گاڑ
جس کا نہ پہلا سٹیشن معلوم ہے اور نہ آخری جو ملکِ عدم سے آتی ہے او
ملکِ عدم کو چلی جاتی ہے۔ اس میں بہت سے مسافر لدے چلے آتے ہیں۔ اس
درمیانی سٹیشن پر اُترتے ہیں بمطابق پاسپورٹ مقررہ مہلت کے
سیر تفریح کر کے یا روتے چلاتے پھر اُسی گاڑی میں زبردستی کھیچے چلے جاتے ہیں
کہاں سے آئے تھے کہاں چلے گئے کچھ پتہ نہیں۔ تواریخ گواہ ہے کہ بڑے
بڑے راجے مہاراجے امیر وزیر پیر پیغمبر ولی سنت اوتار یہاں آئے مشہو
ہوئے اور پھر دریائے گمنامی میں گم ہو گئے۔ نام و نشان باقی نہ چھوڑ گئے۔ اس
سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جسم فانی ہے۔ مگر اپنے آپ میں یہ جسم جڑ ہے۔ کیونکہ جب
پُرش گہری نیند میں ہوتا ہے۔ پران چلتے رہتے ہیں۔ جسم موجود ہوتا ہے۔ گھر میں
مہمان آویں تو اُن کی تواضع نہیں کرتا اور اگر چور گھس آویں تو ان کو منع نہیں کر
جس وقت مرتیو واقع ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی شریر ویسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن
محض جڑ کاٹھ پتھر کی طرح پڑا ہوتا ہے۔ گر کچھ عرصہ پڑا رہے تو گلنا اور سڑنا شروع
کر دیتا ہے جو کہ زندگی میں نہیں ہوتا۔ آخر اس کا کارن کیا ہے۔ چونکہ شریر جڑ ہے
اور اس سے کارج ہوتے دکھائی دیتے ہیں اس کے ذریعہ چیتن کا ظہار ہوتا ہے
اس لئے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی دوسرے کی ستا کو لیکر ہی ستا والا ہوتا ہے
کسی دوسرے کی چیتنا سے ہی چیتن سا معلوم ہوتا ہے۔ اسی شکتی سے یہ زند
ہوتا ہے اور اس کے بغیر مُردہ۔ لہذا وہ شکتی عین زندگی ہے۔ چیتن ہے۔ و
اصلی شے ہے جس کا چلایا ہوا یہ جسم چلتا ہے جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتا
زبان چکھتی ہے۔ ہاتھ پکڑتا ہے پاؤں چلتا ہے۔ پران گمن کرتا ہے۔ وہ شکتی

جس کا کوئی نام نہیں اور نہ کوئی روپ ہے۔ وہی جیو یا آتما نام سے مشہور ہے۔ وہ ناش سے رہت ہے نت ہے۔ جس طرح شریر کی مختلف حالتوں میں ایک رس رہتی ہے۔ تبدیل نہیں ہوتی۔ گیان اور پرکاش روپ ہے۔ شدھ اور نرنجن نروکار ہے۔ اسی طرح شریر اپتتی سے پہلے اور ناش کے بعد بھی دائم قائم رہتی ہے۔ اس کے ناش میں کوئی سمرتھ نہیں۔

اس لئے اے پیارے متر ارجن اُٹھ اور یُدھ کر۔ تو خواہ مخواہ مرنے مارنے کے لئے مجھ سے گھبرایا ہوا ہے جن کو تو سامنے دیکھ رہا ہے یعنی شریر یہ ناش وان ہیں۔ ایک نہ ایک دن ضرور ناش ہو جاویں گے تو ان کی رکشا نہیں کر سکتا اور آتما اناشی ہے اس کو تو کیا کوئی بھی مار نہیں سکتا۔ ایسی دشا میں اے ارجن تو اپنا دھرم دیکھ۔ تیرا فرض تجھے للکار رہا ہے۔ اُٹھ اور لڑ ؎

بسائے ہیں جس آتما نے وجود	وہ قائم ہے دائم ہے اور بے حدود
ہے فانی بدن آتما لازوال	پھر ارجن ہے کیوں جنگ میں قیل و قال

(دل محمد)

دوہا۔ جو یا کو ہنتا گنے۔ ہنتو گنے جو کوئی
یا نہ مرے مارے نہیں۔ اگیانی اوہ دوئی (ادھیائے ۲ شلوک ۱۹)

بھاوارتھ۔ جو اس آتما کو مارنے والا سمجھتا ہے اور جو اس کو مارا گیا مانتا ہے۔ وہ دونوں نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ نہ مرتا ہے اور نہ مارتا ہے۔

(تشریح) پچھلے شلوک میں جس جیون شکتی کا دیہہ سے بھن کر کے دویک کرایا گیا تھا۔ اب اسی کے وشے میں ہونے والے بھرم دکھاتے ہیں۔ ایک شریر کا

دوسرے شریر سے ٹکرا کر گر جانا ایک ایسا درشٹیہ ہے۔ جیسے ایک گھڑے کا
دوسرے گھڑے سے ٹکرا کر پھوٹ جانا جس طرح گھڑے کے اندر جو آکاش ہے
اس کا گھڑے کے پھوٹ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ یا جس مٹی سے گھڑا
بنا ہے اس مٹی کا گھڑے کے پھوٹ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے کہنے
میں یوں آتا ہے کہ گھڑا پھوٹ گیا۔ مٹی کے ایک خاص گن روپ کا نام گھڑا تھا
واستو میں جو چیز موجود ہے اور تینوں کال موجود رہتی ہے۔ وہ مٹی ہے۔ اس
کے اندر نام اور روپ کی کلپنا ویوہار میں ہوتی ہے۔ لہذا وہی کلپیت نام روپ
گم ہو گیا۔ پھوٹا کچھ نہیں۔ مٹی اگر تبدیل ہو کر کچھ اور بن جاتی تو اس کا پھوٹنا کہا
جاتا۔ لیکن کوئی نہیں کہتا کہ مٹی پھوٹ گئی۔ گھڑے کا ہی پھوٹنا کہا جاتا ہے۔ جو
صرف شبد ماتر ہے۔ کیونکہ دراصل مٹی میں گھڑا کبھی بنا ہی نہیں۔ گھڑا دیکھنے
والے کے ذہن میں موجود تھا۔ باہر صفحہ ہستی پر صرف مٹی موجود ہے۔ جو کہ ست
ہے اور نردکار ہے۔

اسی طرح آتما جو ان شریروں کا ادھشٹان اور آشرہ ہے۔ ست ہے۔
اس میں شریر کبھی ہوئے نہیں۔ دراصل وارتا اس طرح ہے کہ چیتن روپی
سمندر میں شریر روپی لہریں اٹھتی ہیں۔ کھیلتی ہیں۔ ٹکراتی ہیں اور پھر اُسی میں
لین ہو جاتی ہیں۔ چیتن روپی مٹی سے بنے ہوئے شریر روپی گھڑے بھلے ہی
پھوٹ جاویں۔ اس سے چیتن کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ جس طرح مثال
میں گھڑے کا بھی پھوٹنا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح شریر کا بھی ناش ثابت
نہیں ہو سکتا۔ یہ سبھی مانتے ہیں کہ یہ شریر پانچ بھوتوں کا رچا ہوا ایک مکان
ہے۔ اور اس میں آتما یا پرماتما اس کا سوامی واس کرتا ہے جب تک سوامی اس
گھر میں واس کرتا ہے۔ اس میں ہر طرح سے رونق رہتی ہے۔ اور یہ مکان بھی

سوامی کی ستا سے ستا والا اس کی روشنی سے روشن دکھائی دیتا ہے۔ جونہی سوامی اس کا تیاگ کر دیتا ہے۔ یہ بے رونق و ڈراونا ہو جاتا ہے اور اس کے وہ مصالحے جن سے یہ بنایا گیا تھا۔ تتر بتر ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو شے جہاں سے آئی تھی وہیں واپس لوٹ جاتی ہے۔ اسی دشنے پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

ماٹی کی ماٹی آگ اگن جل نیر پون کی پون ہوئی
اب کس سے کہئے کون مُوا اور کس کو کہئے کون موئی

اس طرح شریر کا پیدا ہونا اور ناش ہونا دونوں ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر وچار کی آنکھوں سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو گا کہ ایک سے زیادہ اشیا نے مل کر اس گھر (دیہہ) کو رچا۔ اس کا نام شریر ہو گیا۔ اور پھر وہی اشیا اپنے اپنے مادہ میں لین ہو گئی۔ تو گھر گر گیا۔ شریر کا ناش کہا گیا۔ گویا بھوتوں کا اکٹھا ہونا اور پھر علٰحدہ علٰحدہ ہونا ہی شریروں کا بھاوا بھاو روپی جنم مرن کا کھیل ہے۔

لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ جن دو کا نظارہ یہ جہاں ہے اور کھیلنے کا میدان ہے ان پرش پرکرتی یا آتما اور شریر دونو میں سے کوئی بھی مرن دھرما ثابت نہیں ہوتا۔ پرش یا آتما جب اپنے ست چت آنند نرا کار نرو کار سروپ سے بھان ہوتا ہے۔ یعنی جس وقت نظر مٹی پر ہوتی ہے برتنوں پر نہیں۔ اس وقت آتما آکار و کار سے پاک شدھ مایا مل سے رہت۔ ایک اور ادویت سدھ ہوتا ہے جس میں جنم مرن کی گنجائش نہیں۔ اسی ستا کے مختلف روپوں پر جب نگاہ پڑتی ہے تو اس وقت برتنوں کی طرح مٹی کے اوپر آروپ کئے ہوئے انیک نام روپ تبدیلی والے پرتیت ہوتے ہیں۔ جن سے بھاوا بھاو کا وہم ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی ہر حالت میں اور ہر وقت وہی ہیں۔ اپنے ادھشٹان اُپادان سے بھن نہیں۔

بھگوان نے ارجن کو یہ بات ذہن نشین کرنے کیلئے ہی کہا کہ شریروں کے بھاؤ اور ابھاؤ کو دیکھ کر اگر کوئی آتما کو مارنے والا جانتا ہے اور کوئی اس کو مارا گیا جانتا ہے تو دونوں ٹھیک نہیں جانتے۔ کیونکہ اس ناٹک منڈل میں نہ کوئی مارتا ہے اور نہ مارا جاتا ہے۔ نہ کوئی جنمتا ہے نہ کوئی مرتا ہے ؏

کبھی خون کرتی نہیں آتما — کبھی خود بھی مرتی نہیں آتما
نہ قاتل ہے یہ اور نہ مقتول ہے — جو ایسا سمجھتا ہے بھول ہے

26. 3.56

دوہا۔ یہ نہ مرے اُپجے نہیں نہ ہھیو نہ آگے ہوئی
اجر پراتن نت ہے مارے مرے نہ کوئی (ادھیائے ۲ شلوک ۲۰)

بھاوارتھ۔ یہ آتما نہ کبھی پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہی ہے۔ اور نہ یہ کہ اب ہو کر کے آگے نہیں ہو گا۔ کیونکہ ناش سے رہت پراتا شاشوت نت ہے۔ شریروں کے ابھاو سے اس کا ابھاو نہیں ہوتا۔

(تشریح) بھگوان شری کرشن ارجن کی نگاہ شریر سے اُٹھا کر آتما پر لگا رہے ہیں تاکہ وہ آتما کو جاننے والا۔ دیکھنے والا۔ اور اسی میں رمن کرنے والا ہو جائے۔ اور جو موہ اس کو ہو گیا ہے جس سے وہ اپنے دھرم سے بھی گر رہا ہے۔ وہ دور ہو جائے اور یہ اپنا کام نشنک کرے۔ ابھی ابھی انھوں نے کہا تھا کہ یہ آتما نہ مارتا ہے نہ مارا جاتا ہے اور جو اسے مرنے مارنے والا مانتے ہیں وہ ٹھیک ٹھیک نہیں جانتے۔ وہ اگیانی مورکھ ہیں۔ اسی آشئے کو درڑھ کرنے کے لئے آپ پھر اسی بات کو دوسرے شبدوں میں کہتے ہیں۔ یہ آتما جرا آدی روگوں سے رہت ہے۔ شریر چونکہ وقت کی قید میں پیدا ہوتا ہے۔ وقت کی قید میں بڑھاپے

یں اور روگ سے جر جری بھوت ہو جاتا ہے۔ اٹھوا گھڑی گھڑی میں کھشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہ آتما جو وقت کی قید سے آزاد ہے۔ وقت کا بھی جو جنم داتا ہے۔ جس کا کوئی آدا و رانت نہیں اور اسی واسطے اس کو شاشوت اور پراتن کہا ہے۔ اس آتما میں کوئی کمی بیشی وغیرہ وکار اُتپن نہیں ہو سکتے۔ لہذا وہ اجر ایک رس اور رت ہے۔

ایسی وستو جو اجر امر پراتن اور رت ہو۔ ایک اور ادویت ہو۔ اس کے اندر جنم مرن۔ کسی کال میں ہونا اور کسی میں نہ ہونا یا مارنا اور مرنا بن نہیں سکتے۔ کیونکہ جو شے ایک کال میں پیدا ہو دوسرے میں نہ رہے۔ جو انیک ہوں اور اُن میں مرنے مارنے کا ویوہار ہو۔ وہ وستو وکاروان۔ محدود تچھ اور دھوکہ دینے والی ہوتی ہے۔ اب یہ تمام باتیں شریر پر گھٹتی ہیں۔ یہ جسم ہی ایسا ہے جو کہ ایک وقت میں ہوتا ہے دوسرے میں نہیں ہوتا۔ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ مرنا مارنا بھی شریروں کے درمیان دیکھا جاتا ہے اور شریر ایک نہیں انیک ہیں۔ پرچھن اور محدود ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حد اور پرچھنتا ہی دُکھ سکھ کا کارن ہے۔ اسی میں کریا ہوتی ہے۔ اسی سے کرتاپن اور اہنکار کا راگ اتپن ہوتا ہے۔ اس سے ہی جنم مرن کا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ ایرشا۔ دویش۔ کلہہ۔ کلیش۔ اودیا۔ کام۔ کرم۔ ابھی نویش ان تمام کا آدھار ایک ماتر یہ شریر ہے۔

ست چت آنند سروپ آتما اس شریر سے بھن ہے۔ شریر نہیں۔ اے ارجن تو ہی وہ آتما ہے جو اجر پراتن اور رت ہے۔ جو شاشوت اور امر ہے۔ جس میں مرنا مارنا ایک وہم ہے۔ جنم مرن ایک دھوکا ہے۔ ہونا اور نہ ہونا ایک بھرم ہے۔ تو نہ کرتا ہے نہ بھوگتا۔ تو ایک ہے اور شدھ ہے۔ تو کریا سے رہت کوٹستھ ہے۔ دور رُدھ سنچے والا ہو۔ اور یدھ کرو

جنم اس کو لینا نہ مرنا اسے | نہ آکر جہاں سے گذرنا اسے
انادی فنا اور تغیر سے پاک | یہ مرتی نہیں گو بدن ہو ہلاک

28/2/56

دوہا۔ جو جانت یہ آتما۔ اج ابناشی نت
سو نر مارے کون کو۔ تائیں ہنے کو ہت (ادھیاے ۲ شلوک ۲۱)

بھاوارتھ۔ جو پرش اس آتما کو اجنما ناش سے رہت اور نت ست وستو جانتا ہے۔ وہ کس کو مار سکتا ہے اور اس کو کون مار سکتا ہے۔ ارتھات آتما میں مارنا اور مروانا نہیں بن سکتا۔

(تشریح) آتما کا اجر پراتن نت سروپ دکھلا کر اور جنم مرن اور مرنے مارنے کو ایک بھرم محض جتلا کر بھگوان اب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنے آپ کو جنم مرن سے رہت۔ نت ست وستو جان لیا ہے۔ (یہاں جاننے سے مراد اپردکش گیان سے ہے) اس کا کسی کو مارنا یا کسی سے مارا جانا کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں یہ بات دھیان میں رہے کہ بھگوان کا یہ کتھن آتما کی درشٹی سے ہے۔ شریر کی درشٹی سے نہیں۔ یعنی شریر کے نرمان سے آتما کا نرمان نہیں ہوتا اور شریر کے ناش سے آتما کا ناش نہیں ہوتا۔ ارتھات شریروں کے مرنے اور مارنے کو آتما کا مرنا مارنا نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ آتما میں جنم مرن اور مرنا مارنا نہیں ہو سکتا آتما کے یتھارتھ سروپ میں نشٹھ مہا انو بھاوؤں کے اندر بھی مرنے مارنے کی کریا بن نہیں سکتی۔

پھر آتما نت ست ہونے سے ایک اور ادویت ہے۔ ایک رس اور اکھنڈ ہے۔ نراکار اور نروکار ہے۔ گویا آتما کے علاوہ یہاں اور کوئی دوسری وستو ہے

ی نہیں۔ جو اپنی جُداگانہ ستا رکھتی ہو۔ اگر کوئی ایسی وستو ہوتی۔ تو برہم یا آتما پر وستو
ر چھید لاگو ہو جاتا۔ پھر وہ بھی محدود آکار و کار والی ایک شے ٹھیرتا۔ ترکال ابادھ
ست اور نت نہ رہ کر ناشوان ہو جاتا۔ جو کہ صحیح نہیں۔ جو کوئی وستو اس سارے سنسار
یں ستا والی پرتیت ہوتی ہے۔ اگر اُن کا باقاعدہ الویشن کیا جاوے تو نتیجہ یہی نکلتا
ہے کہ وہ اپنی کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ بلکہ ایشور آتما کی ہستی اعلیٰ سے ہستی والی ہیں۔
یسی اشیا جو نظر تو آویں۔ لیکن گیان کے بعد ان کا ابھاو نشچت ہو ان کو کلپت۔
تھیا اور است کہا جاتا ہے۔ اسی لئے ویدانت گرنتھوں میں ست وستو کو برہم آتما
ام دیگر باقی تمام سنسار کو است متھیا قرار دیا گیا ہے۔

جس طرح عالم مثالی (سوپن سنسار) میں جب تک سوپن قائم ہے تمام
کاروبار اور اشیا ست پرتیت ہوتے ہیں۔ لیکن جونہی سوپن ٹوٹا اور جاگرت
ئی کہ وہ تمام است ہو گئے۔ ہو بہو یہی حال جاگرت کا ہے جب تک یہ جاگرت
استھا رہتی ہے۔ تب تک تمام پرپنچ معہ کاروبار دست پرتیت ہوتا ہے۔ لیکن جونہی
سوپن یا سوشپتی اوستھا آتی ہے۔ یہ سارا پرپنچ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ کہ
کہاں گیا۔ جب یہ حال ہے کہ درحقیقت آتم وستو ایک اکھنڈ اپنی مہما میں دائم
قائم ہے اور نہ کچھ تھا نہ کچھ ہے نہ کچھ ہو گا۔ نہ کوئی کرتا ہے نہ کوئی کریا ہے۔ نہ کوئی
کرن ہے۔ کوئی کارن ہے اور نہ کوئی کاریہ ہے تو ہمارے اندر سے کرتاپن اور کریا
کی بُدھی کا ابھاو ہو جانا چاہئے۔ جب بدھی فاعل فعل مفعول کی تثلیث سے
رہت ہو گی۔ مرنے مارنے کا خیال بھی شانت ہو جائے گا۔ لہذا اُتم جگیاسوؤں کو
واجب ہے کہ وہ اس درشٹی کا ابھیاس کریں۔ "شے واحد قائم بخود ہے۔ اور
کوئی کر نہ آگے ہوا ہے نہ اب ہو رہا ہے نہ آئندہ ہو گا۔" ؎

جو سمجھے اسے دائم ولایزال　　مبرا ولادت سے اور بے زوال

کسی کا وہ کیونکر بہائے گا خون کسی کا وہ کیونکر کرائے گا خون

دوہا۔ جیسے پٹ جیرن تجے۔ پہرت نہ جو نوین
دیہہ پراتن جیو تج۔ نئی لیت پروین (ادھیائے ۲ شلوک ۲۲)

بھاوارتھ۔ جیسے منش پرانے وستروں کو تیاگ کر نئے وستر پہن لیتا ہے اسی طرح جیو آتما پرانی دیہہ کو تیاگ کر دوسرے نئے شریر کو گرہن کر لیتا ہے۔

(تشریح) اگر کوئی یہ کہے کہ جہاں تک آتما کا سمبندھ ہے وہ جنم مرن۔ مرنے مارنے سے بالاتر ہے۔ اسے مانتے ہوئے بھی شریر جو کہ جنم مرن کا روگی ہے جو مرتا اور مارتا ہے۔ اس کے ناش کا بھے تو ہر دم لگا ہوا ہے۔ اسی بھے سے چنتا اور شوک ہونا لازمی ہے۔ اس کا جواب بھگوان اس شلوک میں دیتے ہیں۔ ان کا فرمان ہے کہ کسی حالت میں بھی چنتا اور شوک واجب نہیں۔ مثال دیکر سمجھاتے ہیں۔ جیسے منش ہر روز میلے کپڑوں کو اُتار کر صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور وہی کپڑے جو کئی سال تک زیب تن کرتا رہا ہے جب پھٹ جاتے ہیں۔ بہت پرانے ہو کر ناقابل استعمال ہو جاتے ہیں۔ اُن کو اُتار کر بالکل پھینک دیتا ہے۔ اور ان کے عوض نئی پوشاک بنوا کر پہنتا ہے۔ پرانی پوشاک کے لئے کوئی شوک نہیں کرتا۔ بلکہ نئی پوشاک پہن کر خوش ہوتا ہے۔ ایسے ہی جیو آتما پرانے جسم کو جو جیو آتما کے کپڑے کی مانند ہے۔ ناکارہ ہونے پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور نیا شریر گرہن کر لیتا ہے۔ شاستروں میں شریر کو آتما کا کوش یعنی غلاف کہا ہے۔ جس طرح منش

کپڑے کے اوپر کپڑے پہنتا ہے۔ حتیٰ کہ موسم سرما میں بنیان۔ قمیض۔ سویٹر کوٹ اور بڑا کوٹ۔ پانچ پانچ کپڑے شریر کے اوپر پہن لیتا ہے۔ اسی طرح اس شریر میں آتما کے ۵ غلاف ہیں۔ جن کو شاستر میں ۵ کوش کہا جاتا ہے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) ان مے کوش (۲) پران مے کوش (۳) منومے کوش (۴) وگیان مے کوش (۵) آنند مے کوش تاکہ شریر سے موہ جاتا رہے اور آتما ان سے بھِن دکھائی دے۔ ان غلافوں کو بدیہی جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ان کی تعریف نیچے درج کی جاتی ہے۔

(۱) "ان مے کوش"۔ ماتا پتا کے بیرج اور رج سے اُتپت ان روپ سریر۔ جو ان سے ہی پلتا ہے اور پھر ان روپ پرتھوی میں لین ہو جاتا ہے۔ ایسا جو ستھول شریر ہے وہ "ان مے کوش" ہے۔

(۲) پران مے کوش"۔ ۵ کرم اندریاں اور ۵ پران مل کر پران مے کوش کہلاتے ہیں۔ واک۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ گدا اور لنگ یہ کرم اندریاں ہیں اور پران۔ اپان۔ دیان۔ سمان اور اُدان یہ پران کے پانچ پرکار ہیں۔

(۳) منومے کوش۔ من اور ۵ گیان اندریاں مل کر منومے کوش کہلاتی ہیں۔ شروت۔ نیتر۔ تو چا۔ رسنا اور ناسکا۔ یہ ۵ گیان اندری ہیں۔ دیہہ میں قائم ہو کر بیں میری کرنے والا۔ اندریوں کو وشے کی طرف پریرنے والا من ہے

(۴) وگیان مے کوش۔ بُدھی اور گیان اندریاں مل کر وگیان مے کوش کہلاتے ہیں۔ (پران مے۔ منومے اور وگیان مے کوش مل کر سوکشم شریر بناتے ہیں)

(۵) آنند مے کوش۔ پن کرم کے پھل بھوگتے وقت اتفاقاً برتی آتم سروپ

بھوت آنند کے عکس (پرتی بنب) کو اختیار کرے اور اگیان میں سکھوپت روپ ہو جائے یہی آنند مے کوش ہے۔ اسی کو کارن شریر بھی کہتے ہیں۔

شریر وگیان کو اس طرح سے سمجھنے پر۔ کہ یہ شریر جو کہ تین پرکار کا ہے۔ سنتھول سوکشم اور کارن۔ جس میں ۵ کوش ہیں۔ جن کا بیان ہو چکا ہے۔ جس کے اندر ۵ بھوت اور ۲۵ پرکرتیاں کام کر رہی ہیں۔ مختلف اشیا کا ایک مرکب مجسمہ ہے۔ تبدیلیت ہے اور ناشوان ہے۔ ان تمام کو جاننے والا ضرور ان سے علیحدہ باقی نت وست ہے اور وہ آتما ہے۔ وہی ہم ہیں۔ ایسا گیان ہو جانے پر شریر میں اہنگتا اور ممتا کا ناش ہو جانا چاہئے۔ اس کے پیچھے جو کچھ ہو گا۔ وہ سوتہ سدھ سوبھاوک وٹھیک ہو گا۔ لہذا ایک شریر کے تیاگ کرنے کا اور دوسرے کے گرہن کا شوک نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہا ہے ؎

بدلتا ہے انساں لباسِ کہن	نیا جامہ کرتا ہے پھر زیب تن
اسی طرح قالب بدلتی ہے روح	نئے بھیس میں پھر نکلتی ہے روح

1 4. 56

دوہا۔ ایہہ نہ کٹے ہتھیار سوں۔ پاوک سکے نہ جار
بھیگ سکے جل ماہیں نے۔ سوکھ نہ سا کے ویار (ادھیائے ۲ شلوک ۲۳)

بھاوارتھ۔ اس آتما کو ہتھیار کاٹ نہیں سکتے۔ آگ جلا نہیں سکتی۔ پانی گیلا نہیں کر سکتا اور وایو اسے سُکھا نہیں سکتا۔

دوہا۔ کٹے جرے سکے نہیں۔ اور بھگن نہ جوگ
نت رہے سب ٹھور تھر۔ ابناشی بن روگ

بھاوارتھ۔ چونکہ یہ آتما کاٹا نہیں جاسکتا۔ جلایا نہیں جاسکتا۔ سُکھایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ ہی گیلا کیا جاسکتا ہے۔ یہ یقیناً نت۔ اچل۔ سرو ویاپک۔ انباشی اور نراسے زار وگ) ہے۔

(تشریح) جو آتما پرانے شریروں کو تیاگ کرتا اور نوین شریروں کو گرہن کرتا ہے جس کے اوپر پانچ کوش بمانند غلاف چڑھے ہوئے ہیں وہ کیسا ہے۔ اس پر وچار ہونے جارہا ہے۔ یہ بات سدا یاد رہے کہ ارجن کے موہ اور شوک کا اصلی کارن رن بھومی میں جیووں کے مرنے مارنے کا خیال تھا اور بھگوان اپنی طرف سے تمام یگتیاں ارجن کے اس بھرم کے دور کرنے کے لئے استعمال کر رہے پچھلے شلوک میں چونکہ شریر کو کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی کو شنکا ہو کہ منش پر تلوار کا وار ہونے سے اگر کپڑے چاک ہوتے ہیں تو اُن کے نیچے شریر بھی زخمی ہوتا ہے۔ کپڑوں کو اگنی جلاتی ہے تو شریر بھی ساتھ جل جاتا ہے۔ پانی سے کپڑے گیلے ہوتے ہیں تو شریر بھی گیلا ہو جاتا ہے اور گیلے کپڑے ہوا سے سوکھ جاتے ہیں۔ اسی طرح گیلا شریر بھی ہوا سے سوکھ جاتا ہے۔ اگر شریر کپڑا ہے تو آتما اس کا پہننے والا ہے۔ تو کیا شریر کے جلنے مرنے سے وہ جلتا مرتا نہیں۔ اس شنکا کا نوارن اب بھگوان ان دو شلوکوں سے کر رہے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ یہ آتما جو شریر روپی کپڑے کا دھارن کرنے والا ہے وہ ہتھیار سے کاٹا نہیں جاسکتا۔ آگ سے جلایا نہیں جاسکتا۔ پانی سے گیلا نہیں ہوسکتا اور وایو سے سوکھ نہیں سکتا۔ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ نت ہے سرو ویاپک ہے۔ اچل انباشی نروِیو اور نراسے ہے۔

اب یہاں وچار کرنا ہے کہ بھگوان نے ایسا سوتر روپ میں جو فیصلہ دیدیا ہے یہ کہاں تک یُگتی یُکت ہے اور اس کا اصلی مطلب کیا ہے۔ جلانا۔ کاٹنا۔ گیلا

کرنا۔ سکھانا۔ وغیرہ تمام کریا اتھوا کرم ہیں۔ کسی کرم کے کرنے کیلئے کارک آدی سامگری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دو نہیں بلکہ پانچ اشیا جمع ہوتی ہیں۔ تب کوئی کریا ہو سکتی ہے ورنہ کریا نہیں ہوتی۔ لہذا کرم کی وہ سامگری کیا ہے۔ (۱) کرتا (۲) کریا (۳) کرن (۴) کارن (۵) کاریہ۔ جس طرح کسی ہون ... یگیہ کے لیے برہمن۔ یجمان۔ سامگری ہون ان اتیادی۔ اتتھی وغیرہ سب کا جمع ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح کسی بھی کرم کو کرنے کے لئے اوپر کے ۵ انگ ضروری ہیں۔ جب تک یہ پانچوں یکجا نہیں ہوں گے۔ کرم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کرم ایک سے زیادہ اشیا میں ہوتا ہے۔ مثلاً کاتنے کے لئے۔ کوئی کاتنے والا۔ کاتنے کا اوزار۔ کاتنے والی شے کاتنے والے کا ارادہ یا خواہش اور کاتنے کی کریا۔ اگر ان میں سے ایک انگ بھی غیرحاضر ہوا تو کاتنا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کرم کے بارے میں عام طور پر اس بات کو ذہن نشیں کر لیا جائے کہ کریا دویت میں ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ کریا کی سامگری جو ۵ اشیا پر مشتمل ہے۔ وہ سب اشیا ایک دوسرے سے بھید والی ہیں۔ بھنّ بھنّ ہیں۔ ان میں سجاتی۔ وجاتی۔ سوگت بھید ضرور ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان پر دیش کال۔ اور وستو کا پرچھید لاگو ہو گا۔ جس سے ایک دیشی۔ ایک کال میں ہونے والی اور دوسری وستو سے اتینت بھنّ ثابت ہوں گی۔ ایسی محدود اشیا روپ والی یعنی آکار وال اور وکار وال ہوں گی۔ آکار وکار والی چیزیں ستھول ہوتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کریا بھید اور پرچھید والی وستوؤں میں اتھوا آکار وکار والی ستھول چیزوں میں ہو سکتی ہے۔

اب آتما کے وشئے میں وچار کیا جاوے۔ کیا آتما ایک ہے یا انیک ہے۔ ستھول ہے یا سوکشم ہے۔ بھید پرچھید والا ہے۔ یا بھید اور پرچھید سے رہت

ہے۔ آکار و کار والا ہے یا نراکار نروکار ہے۔

شریر کے اندر کھوج کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیتن ستا جو دیکھنے والی۔ جاننے والی۔ روشن کرنے والی ہے۔ وہ اس شریر کے اندر موجود ہے وہ تینوں شریروں ستھول سوکشم کارن۔ تینوں حالتوں جاگرت سوپن سوشپتی پانچ کوشوں ان مے۔ پران مے۔ منومے۔ وگیان مے اور آنند مے۔ ۵ بھوتوں اور ۲۵ تتووں سے نیاری اور اُن کی درشٹا ہے۔ ایک رس ہے۔ نروکار ہے کیونکہ جیسی بچپن میں تھی ویسی ہی بڑھاپے میں ہے۔ جیسی ایک شریر میں ہے ویسی سب شریروں میں ہے۔ سوکشم سے اتی سوکشم ہے۔ نراکار ہے اکھنڈ اور ایک ہے۔ اسی کا ورنن پہلے اوپر کے شلوکوں میں ہو چکا ہے۔ اسی ستا کا نام رشیوں نے آتما یا برہم رکھا ہے۔ لہذا آتما یا برہم میں کوئی کرم یا کریا نہیں ہو سکتی۔

جب یہ بات ذہن نشیں ہو جائے کہ آتما شدھ ادویت نراکار چیتن ہے اور اس میں کریا کا ابھاؤ ہے تو کاٹنا جلانا مارنا وغیرہ کریائیں بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ جلدی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شرتی نے کہا ہے۔ سرودم کھلیدم برہم۔ سب برہم ہے۔ گویا آگ پانی ہوا سب برہم کے ہی روپ ہیں۔ جس طرح آگ اپنے آپ کو جلا نہیں سکتی پانی پانی کو گیلا نہیں کر سکتا اسی طرح آتما جو سروروپ ہے اس کا کوئی نقصان نہیں کر سکتا۔ اس لئے آتما مرنے مارنے سے نیارہ ہے۔ اے ارجن تجھے کوئی شوک نہیں کرنا چاہئے ذرا دھیان سے سُن ؎

کٹے گی نہ تلوار سے آتما — جلے گی کہاں نار سے آتما
نہ گیلی ہو پانی لگانے سے یہ — نہ سوکھے ہوا میں سکھانے سے یہ

نہ کٹ ہی سکے اور نہ جل ہی سکے — نہ سوکھے نہ پانی سے گل ہی سکے
قدیم اور اٹل بھی دائم بھی ہے — محیط جہاں بھی ہے قائم بھی ہے

7.4.56

دوہا۔ یہ گتے نہیں جو اچنت ہے اوکاری تہہ جان
ایسے یا کو جان کے شوک لیئے نہ مان (ادھیائے ۲ شلوک ۲۶)

بھاوارتھ۔ یہ آتما پرگٹ نہیں یعنی اندریوں کا وشے نہیں۔ اچنت ہے۔ من اتھوا دھیان کا وشے نہیں ہے۔ اوکاری یا نروکار ہے۔ تبدیلی سے رہت ہے۔ آتما کو ایسا جان کر اے ارجن تجھے شوک نہیں کرنا چاہیئے۔

(تشریح) جس آتم وستو کا اوپر کے دو شلوکوں میں ذکر آیا ہے۔ وہ نہ کٹ سکتا ہے نہ جلایا جا سکتا ہے۔ نہ بھیگ ہی سکتا ہے اور نہ سُکھایا جا سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کٹنا۔ جلنا۔ بھیگنا اور سوکھنا ستھول اشیا میں جو ظاہر اور محدود ہوں۔ بن سکتا ہے۔ سوکشم میں نہیں۔ مثال کے طور پر یوں لیں بجلی کی شکتی ایک سوکشم وستو ہے۔ بجلی کا سامان ستھول اشیا ہیں۔ سوکشم شکتی کا اظہار ستھول اشیا کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ مثلاً بلب۔ پنکھا۔ ہیٹر۔ لوہا (استری) انجن وغیرہ۔ میں ان کے کام سے بجلی کی طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ تمام مظہر ٹوٹ سکتے ہیں۔ شکتی کے پرکوپ سے یا بذریعہ آگ جل سکتے ہیں۔ لیکن سوکشم شکتی کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ دیگر جب ایک بلب روشن ہے۔ بجلی کی دھار برابر پیچھے سے آ رہی ہے اور بلب کے دوارا روشنی دینے کا کام ہو رہا ہے۔ بلب یکایک ٹوٹ جاتا ہے یا فیوز ہو جاتا ہے۔ روشنی فوراً گم ہو جاتی ہے۔ بجلی کی دھارا اب بھی دیسے

ہی چل رہی ہے۔ لیکن روشنی کو پرگٹ کرنے والا بلب نہ رہنے سے روشنی نہیں ہو سکتی۔ اگر دوسرا بلب لگا دیا جاوے۔ فوراً روشنی ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے سوکشم شکتی ہمیشہ گپت رہتی ہے اور اس کا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اب دیکھیں۔ پنکھے میں وہی شکتی صرف پنکھے کو چلانے اور ہوا دینے کا کام کرتی ہے۔ روشنی نہیں دیتی اور ہیٹر میں صرف گرمی دیتی ہے۔ جس سے کھانا پکانا ہو سکتا ہے۔ ریل گاڑی کے انجن میں گاڑی کو کھینچ کر دور سے دور لیجانے اور روشنی و گرمی تینوں کام دیتی ہے۔ ایسا کیوں۔ کیا شکتی میں کوئی بکش بات ہے۔ نہیں۔ یہ فرق آلات اظہار کے بھید کی وجہ سے ہے۔ روشنی۔ گرمی اور طاقت یہ تمام گن شکتی کے اندر موجود ہیں۔ کیونکہ اگر شکتی کے اندر یہ گن نہ ہوتے تو ان آلات میں ظاہر کیونکر ہوتے۔ گن اپنے گنی سے کبھی علٰحدہ نہیں ہو سکتا۔ روشنی بلب کا اپنا گن ہوتا تو وہ ہر وقت روشنی دیتا۔ صرف بٹن دبانے سے روشن نہ ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ لہذا روشنی کا گن بھی بجلی کا ہے۔ جس جس آلے میں جس گن کے پرگٹ کرنے کی شکتی ہے۔ وہ اسی کو پرگٹ کرتا ہے۔ جس میں ایک سے زیادہ گن گرہن کر کے پرگٹ کرنے کی شکتی ہے وہ زیادہ گنوں کو پرگٹ کرتا ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے کوئی آلہ کم قیمت ہے۔ کوئی بیش قیمت ہے۔ کوئی چھوٹا ہے۔ کوئی بڑا ہے۔ شکتی کے اندر نہ بڑائی ہے نہ چھوٹائی۔ اس کے ساتھ ہی شکتی کا اپنا کوئی آکار نہیں۔ آلات کا آکار ہے۔ جس چیز کا آکار ہوتا ہے اسی میں وکار بھی ہوتا ہے۔ لہذا شکتی نراکار ہونے کے ناطے نروکار بھی ہے۔ من کے دوارا چنتن آکار والی وستو کا ہو سکتا ہے۔ نراکار کا چنتن بن نہیں سکتا۔ وہ خیال کی حد سے پرے ہے۔ اب آؤ۔ دارشٹانت

کو نہیں۔

آتما جو ایک سوکشم شکتی ہے اس کی ستا اور گن اننت ہیں۔ ان کا اظہار مختلف پدارتھوں میں مختلف ہے۔ وہ سوکشم گپت روپ سے ہر جا موجود ہے۔ پرگٹ نہیں۔ لیکن بجلی کی طرح اپنے مظہرات میں ظاہر ہو رہا ہے۔ گوناگوں رنگوں اور طرح طرح کے گنوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ تمام اجسام خاکی جو اس کرۂ ارض پر موجود ہیں ان میں جتنی طاقت اس کی ستا کو گرہن کرکے ظاہر کرنے کی ہے۔ اتنی طاقت اور گنوں کو ظاہر کر رہے ہیں اور جہاں جس آلہ میں نقص واقع ہو گیا یہ آلہ ناکارہ ہو گیا تو پھر آتم ستا کا اس میں اظہار بند ہو جاتا ہے۔ جس آلہ میں جتنی زیادہ شکتی کا اظہار ہو سکتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ مفید اور بڑا سمجھا جاتا ہے اور جن میں اظہار کا درجہ کم ہے ان کو کم مفید اور چھوٹا مانا جاتا ہے۔ درحقیقت آتما کی درشٹی سے نہ کوئی بڑا ہے اور نہ چھوٹا ہے۔ کیونکہ تمام پدارتھ اتھوا شریر اپنے آپ نہ چیتن ہیں نہ شکتی والے۔ محض جڑ اور بے جان ہیں۔ تو جڑتا کے ناطے برابر ہیں۔ لیکن آتما کے سمپرک سے اس کے گن ادھار لیکر وہ گن والے اور بڑے بن جاتے ہیں۔ پھر اس بڑائی کو اپنا گن مانتے ہیں۔ جس کو اہنکار کہا جاتا ہے۔

یہ تمام اجسام بمانند آلات آکار والے ہیں۔ آتما جو ان میں ظاہر ہوتا ہے وہ آکار سے رہت۔ نراکار ہے۔ وہ آکار والی وستوؤں میں آنے سے آکار والا نہیں ہو جاتا۔ جس طرح بجلی بلب میں آکر بلب نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح آتما شریر میں آکر شریر نہیں ہو جاتا۔ چونکہ تبدیلی ہمیشہ آکار وال وستو میں ہوتی ہے۔ اسلئے آتما نروکار بھی ہے اس میں تبدیلی کو راہ نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ آتما ایک سوکشم طاقت ہے جو ہمیشہ گپت یا اویکت رہتی ہے۔ شریروں یا پدارتھوں

میں انش ماتر سے اس کے گن یا ستا کا اظہار ہوتا ہے جس سے اس مین کمی نہیں ہوتی اور پدارتھوں کے ناش سے اس کا ناش نہیں ہوتا۔ آکار و کاروائی ان تمام سنسارک وستوؤں میں وہ نراکار اور نروکار ہے۔ لہذا وہ من اور اندریوں کا وشے نہیں ہو سکتا۔ اس کا چنتن نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے بھگوان نے ارجن کی شوگ نورتی کے لئے اس کو کہا کہ ہے ارجن آتما اویکت۔ اچنت۔ نروکار ہے۔ اس کو ایسا جان کر شوک کرنا اچت نہیں۔ شرتی ماتا نے بھی کہا ہے۔ "یتو واچا نورتنتے اپراپیہ منسا سہہ" جہاں سے بانی لوٹ آتی ہے اس کو نہ پاکر من کے ہت۔ بانی سے تمام اندریاں لے لینی چاہئیں۔ یعنی جس کو وشے نہ کر سکنے پر تمام اندریاں اور من ناکام ہی لوٹ آتے ہیں۔ ایسا وہ آتما ہے۔

ایک دوسری شرتی نے اس طرح کہا ہے۔ "جاننے والے کو کون جانے" وہ آتم ستا جو سوئم درشٹا ہے۔ اس کا درشٹا کون ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے اور پھر آتما آتما ہی نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ درشیہ ناشوان وکاری ہوتا ہے۔ درشٹا ست ہے [illegible] ہے وہ درشیہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے جاننے والا مثی پھر شوک نہیں کرتا۔ ہاں شوک نہیں کرتا ہے

نہیں آتما کو تغیر زوال — جو اس اس کو پاس نہ پہنچے خیال

تجھے آتما کا جو یہ گیان ہے — تو پھر کس لئے غم سے ہلکان ہے

13. 4. 56

بیساکھی روز

دوہا۔ جے تو جانے جیو کو جنم مرن جو ہوئے

تو بھی شوک کاہے کرے ہن موڑھتا میں گوئے (ادھیائے ۲ شلوک ۲۶)

بھاوارتھ۔ اور اگر تو اس جیو آتما کو سدا جنمنے اور مرنے والا مانے۔ تو بھی تجھے اس پرکار شوک نہیں کرنا چاہئے۔

دوہا۔ جو اُپجے سو بنس ہے۔ مرے سو اُپجے آئی
ہونہار سو ہوت ہے۔ تاں نہ سوچ بڑھائی (ادھیائے ۲ شلوک ۲۱)

بھاوارتھ۔ کیونکہ اگر جیو آتما کا دھرم جنم مرن ہے تو پھر جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور مریگا اور جو مر گیا وہ ضرور پیدا ہوگا۔ یہ قاعدہ قدرتی ٹھیریگا۔ اس میں بھی تجھے شوک کرنا اُچت نہیں۔

(تشریح) اب تک بھگوان نے ارجن کو آتما اناتما کا وویک کرایا۔ آتما اور شریر کا بھید اور سمبندھ صاف صاف بتلا کر آتما کی نِتیتا اور شریر کی نشورتا کا بیان کیا اور پھر آتما کے گن بیان کرتے ہوئے زور دیا کہ ایسا جان لینے کے بعد تجھے شوک نہیں کرنا چاہئے۔ انھوں نے اپنے متر کے مُنہ کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں انھیں پرسنتا نظر نہ آئی۔ وہ تاڑ گئے کہ ابھی ارجن کے دل کے شکوک رفع نہیں ہوئے۔ اسی لئے وہ ابھی تک اداس ہے۔ چنانچہ اس چتر سارتھی نے جو اس شریر روپی رتھ کے ہانکنے والا ہے۔ فوراً پینترا بدلا۔ اب شریر کی درشٹی سے کہتے ہیں۔ اے جوانمرد ارجن۔ اگر تو یہ مانتا ہے کہ یہ جنم مرن جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ جو دراصل شریر کا ہے۔ یہ جیو آتما کا سوبھاوک دھرم ہے۔ گویا جیو آتما ہی جنم گرہن کرتا ہے اور مرتیو کو پراپت ہوتا ہے۔ تو بھی تجھے شوک نہیں کرنا چاہئے اور نہ موڑھ من ہونا واجب ہے۔ ایسا کیوں کہا۔ کہتے ہیں۔ کہ اگر جنم مرن جیو کا سوبھاوک دھرم ہے تو اس کو روک کون سکتا ہے۔ جو جنما ہے۔ وہ ضرور مریگا اور جو مرا ہے وہ

ضرور جنم لیگا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو آتا ہے وہ جاتا ہے اور جو جاتا ہے وہ آتا ہے جو دیکتی ایک استھان سے دوسرے پر جاتا ہے۔ پہلے استھان سے وہ جاتا ہے دوسرے پر آتا ہے۔ اب وہاں سے تیسرے استھان پر جائے گا تو دوسرے پر جہاں آیا تھا۔ وہاں سے جاتا ہے اور تیسرے پر آتا ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جس نے جنم لیا ہے وہ ضرور مرے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو مرا ہے اب وہ جنم نہیں لے گا۔ کیونکہ اس سے قاعدہ کا بھنگ ہو جاتا ہے۔ سو بھاوک کریا سوتہ سِدھ ہوتی ہے۔ تین ساہرہ نہیں ہوتی۔

سنسارک پدارتھوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ چیزیں بنتی ہیں۔ بگڑتی ہیں۔ پھر انھیں میں کچھ اور چیزیں نئی نئی بنتی ہیں۔ مثلاً درخت پیدا ہوتا ہے۔ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ درخت کی مرتیو ہو گئی۔ اب اس کی میز کرسیاں الماریاں بن گئے۔ وہی جو پہلے درخت تھا۔ اب پھر میز کرسیوں کی شکل میں آموجود ہوا۔ تبدیلی استھان میں یا وقت پاکر وہ تمام اشیا ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ ہو گئیں۔ گھر والوں نے باہر پھینک دیا۔ اب وہی درخت ایندھن کی شکل میں موجود ہے۔ اس پر دال روٹی پک رہی ہے۔ وہی ایندھن پھر کوئلہ اور راکھ ہو جاتا ہے وہی راکھ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں کھاد بن جاتی ہے۔ اب وہی لمبا چوڑا درخت اب کھاد کے روپ سویا پڑا ہے۔

اگر وہ کھاد گلاب یا موتیا کے پودوں میں چھوڑی جاتی ہے۔ وہ گلاب اور موتیا کے پودوں میں سے ہوتی ہوئی گلاب اور موتیا کے پھول کا روپ گرہن کرتی ہے۔ اگر کسی پھلدار درخت کی جڑوں میں دی جاتی ہے تو پھلدار درخت بن جاتی ہے اگر کسی گیہوں کے کھیت میں پڑتی ہے۔ وہ گیہوں بن جاتی ہے۔ اس گیہوں کے دانے کو اگر کیڑے مکوڑے یا چڑیا کھاتی ہے تو وہی روپ ہو جاتا ہے۔ اگر

انسان کھاتا ہے تو وہ دانہ انسان ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح درخت پیدا ہوتا ہے مرتا ہے اور پھر بار بار نئے نئے روپوں میں پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارا شریر بھی اگر پیدا ہو کر مرتا ہے تو مر کر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس پر وید بھگوان کرم کانڈ شاستر یوں گواہی دیتے ہیں۔

جب انسان اس دُنیا میں مر جاتا ہے۔ تو مرتک شریر کو آگ میں ہون کیا جاتا ہے۔ آگ میں شامل ہو کر اس کے تین حصے ہو جاتے ہیں۔ ایک شعلہ دوسرا دُھواں تیسرا راکھ۔ چونکہ انسان واسنا کا پتلا ہے اور زندگی میں ان کی پورتی کے لئے اچھے یا بُرے کرم کرتا رہتا ہے جس کا سنسکار اس کے من پر پڑتا ہے۔ اور جس قسم کے سنسکار زیادہ زور آور ہوتے ہیں۔ آخری وقت بستر مرگ پر ان کا پربھاو شریر میں زیادہ ہوتا ہے جس کے نشکام شبھ سنسکار ہوتے ہیں۔ اس کی شعلے کے ساتھ ایکتا ہو جاتی ہے۔ جس کی پرورتی شبھ سکامی کرموں میں ہوتی ہے اس کی ایکتا دھوئیں سے ہوتی ہے اور جو بہت کرور نیچ سوبھاو کے لوگ ہوتے ہیں وہ راکھ سے تدروپ ہوتے ہیں۔ اب آپ سمجھ لیں کہ مرنے والے کا پہلا جنم چتا سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ وہ یا شعلہ ہو جاتا ہے یا دھواں یا راکھ بن جاتا ہے۔ اب جو شعلہ ہو جاتا ہے وہ تمام روشنی والے استھانوں کو پراپت ہوتا ہوا ان کے انوروپ ہوتا ہوا مختلف رنگ اختیار کرتا ہوا سورج لوک تک جا پہنچتا ہے۔ گویا دیوتا کے بعد دیوتا بنتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر میں برہم گیان حاصل کر کے مکت ہو جاتا ہے۔ اس مارگ کو دیویان مارگ کہا ہے۔

جو دھواں ہو جاتا ہے وہ تمام اندھیری اشیائے میں سے گذرتا ہوا یعنی اگیان وشا میں موڑھ ہوا اوپر اُٹھتا ہے۔ پتر لوک وغیرہ تک اس کی گتی ہوتی ہے۔

دھواں
اندھیری رات
کرشن پکش دکھشنائن
وغیرہ

اور جب اُس کے شبھ سکام کرم ختم ہو جاتے ہیں تو بذریعہ اگنی جس کے وسیلہ سے پہلے گیا تھا۔ بادل بنتا ہے۔ اس کے بعد پانی بن کر زمین پر برستا ہے زمین پر ان کے روپ میں پیدا ہوتا ہے اور وہ ان جو کوئی کھاتا ہے وہ اسی جونی میں جنم لیتا ہے۔

تیسرا جو راکھ ہو جاتا ہے وہ یا تو وہیں زمین پر بکھر کر گھاس پات سے تدروپ ہو جاتا ہے۔ اور جو جانور اس کو کھاتے ہیں وہی روپ ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ یا پانی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ تو جو جو جل جنتو اس کو کھاتے ہیں یا پانی کے ساتھ ملکر پیتے ہیں۔ وہی جنتو روپ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے نیچ منش نیچ جونیوں کو پراپت ہو جاتا ہے۔ یہی سنسار چکر ہے۔

جب یہ حال ہے تو ٹھیک ہی ہے کہ جو جنم لیتا ہے وہ ضرور مرتا ہے اور جو مرتا ہے وہ ضرور جنم لیتا ہے۔ جب یہ ایک نیم ہی ہے تو پھر ہے ارجن تجھے شوک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ چاہے تو شوک کرے یا نہ۔ جو اس وقت جنمے ہیں۔ وہ ضرور مریں گے تو اُن کے مرنے کا شوک کیوں کر رہا ہے۔ اب سے پہلے جو اسنکھ تیرے ناتی گوتی مر چکے ہیں۔ ان کا تو کیوں شوک نہیں کرتا۔ ۵

اگر تو سمجھتا ہے یہ آتما	ہو پیدا کبھی اور کبھی ہو فنا
تو پھر بھی ہے لازم تجھے اودوی	کہ غم آتما کا نہ کرنا کبھی
جو پیدا ہو موت اس کو آئے ضرور	مرے تو جنم پھر وہ پائے ضرور
جو یہ امر لازم ہے اور ناگزیر	تو پھر کس لئے ہے تو غم کا اسیر

دوہا۔ پاچھے جائے نہ جانئے۔ آگے پڑے نہ جان
ما نجھے ایہہ کچھ دیکھئے۔ تاکو شوک نہ مان (ادھیائے ۲ شلوک ۲۸)

بھاونا رتھ۔ سمپورن بھوت پرانی جنم سے پہلے اویکت ہوتے ہیں۔ اور مرتیو کے پشچات بھی اپرکٹ ہوتے ہیں۔ صرف درمیان ویکت ہوکر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے تجھے اے ارجن۔ ان کے لئے شوک نہیں کرنا چاہئے۔

(تشریح) بھگوان شری کرشن اپنے سکھا ارجن کے بھرم اور موہ کے دُور کرنے میں اس قدر تلین ہیں کہ یکتی پر یکتی دئے جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اس کی شوک نورتی ہو۔ اور وہ اگر من دشا کو چھوڑ دے۔ اب انھیں ایک نئی دلیل سوجھی ہے۔ وہ اس سب درشیہ کو محض ایک تماشا ثابت کرنا چاہتے ہیں جس طرح جادو سے پیدا کردہ اشیا اسی وقت کے لئے دکھلائی دیتی ہیں۔ تماشے سے پہلے اور بعد ان کی کوئی ہستی نہیں ہوتی۔ گویا ظاہر ہونے سے پہلے وہ غیر موجود تھیں اور پیچھے بھی گم ہو جاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر ایک جادوگر جو جادو سے ہزار ہا روپے بنا کر دکھا دیتا ہے وہ مالا مال ہو جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ درمیان میں بوقت تماشا نظر آنیوالا روپیہ محض تماشا دکھاوا یا چھلاوہ اور دھوکہ ہے۔ اصلی نہیں۔ اسی سے یہ اصول قائم ہو جاتا ہے کہ جو اشیا آغاز میں بھی نہ ہوں اور انت (انجام) میں بھی نہ رہیں اور درمیان میں کچھ ظاہر ہو رہی ہوں۔ وہ صرف نمود بے بود ہیں۔ یا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو ست ہوگا وہ پہلے بھی ست ہوگا پیچھے بھی ست ہوگا اور درمیان میں بھی ست ہوگا۔ مثال کے طور پر سونا ایک ست وستو ہے۔ جب اس کے زیور بن جاتے ہیں تو بھی سونا ویسے ہی موجود رہتا ہے۔ جب زیور گلا دئے جاتے ہیں۔ تب بھی سونا باقی رہتا ہے۔ گویا پہلے بھی سونا ہے پیچھے بھی سونا ہے درمیان میں بھی سونے کے بغیر کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں جیسا آدا ور انت ہوگا مدھ بھی ویسا ہی

ہونا چاہیئے۔

اس اسار سنسار کے سار رہت پدارتھوں اتھوا پرانیوں پر ورشٹی پات کریں اور وچار کریں۔ ان کے ظاہر یا پیدا ہونے سے پہلے وہ کہاں تھے۔ جب نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں اتھوا ناش کو پراپت ہوتے ہیں تو کہاں چلے جاتے ہیں۔ معمولی غور سے یہ بات ہر پرانی کی سمجھ میں آجائے گی کہ یہ جو جلوۂ جاناں ہو رہا ہے اس کے آد اور انت میں بے خبری ہے۔ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں چلے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق لاعلمی کے سوائے کوئی علم نہیں۔ جو کچھ دھارمک کتابوں میں لکھا گیا۔ وہ اسی لاعلمی کا ایک جزو ہے۔ آج تک ہمیں آغاز و انجام کا علم نہیں ہو سکا اور نہ آئندہ ہوگا۔ لہٰذا جہاں آد اور انت میں لاعلمی اور بے خبری ہے۔ وہاں درمیان میں یعنی اس موجودہ حالت میں لاعلمی کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے۔ آپ جو کچھ اس تماشاگاہ کثرت میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ کیا ہے کوئی نہیں جانتا۔ نہ وثوق سے بتا سکتا ہے کہ یہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنے فلاسفر، رشی، ولی، پیر، سنت آئے۔ وہ اپنے اپنے خیال کے مطابق لکھ گئے یا اشارتاً کچھ بتلا گئے۔ "یہ کیا ہے" کا معمہ نہ آج تک کھلا ہے نہ کھلے گا۔ جیسا کسی نے کہا ہے ؎

بڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

اسی نقطۂ نگاہ کو لیکر بھگوان ارجن کو سمجھا رہے ہیں کہ یہ تمام شریر سموہ اے (بھوت پرانی) جنم سے پہلے شریر رہت اویکت روپ میں ہوتے ہیں اور مرتیو کے بعد بھی اویکت شریر سے رہت ہو جاتے ہیں۔

گویا یہ شریر آد اور انت دونوں میں معدوم ہوتا ہے۔ اس لئے درمیان میں جو یہ نظر آتا ہے۔ وہ ست نہیں ہو سکتا۔ وہ محض دکھاوا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں تمام پرانی اب بھی شریر سے بھن اور شریر سے رہت ہی ہیں اتھوا او یکت ہی ہیں۔ ایسا جان کر۔ اے ارجن۔ تجھے شوک نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو شریر پہلے ہی موجود نہیں ہیں اور صرف دکھائی دے رہے ہیں۔ ان کے صرف نظر سے اوجھل ہونے کا غم کیوں کیا جاوے۔ اس میں کوئی دانائی نہیں۔ دھیان دیکر سنو۔ ۵

نگاہوں سے پہلے نہاں ہوں وجود | یہ پھر بیچ میں کچھ عیاں ہوں وجود
نہاں پھر یہ ہو جائیں انجام کار | تو ارجن ہے پھر کس لئے بیقرار

14.4.56

دوہا۔ جو یا کو دیکھے کہے بوجھے اچرج بھائے
سُنے اچنبھو جو لگے۔ ایہہ جانیو نہیں جائے شلوک ۲۹

بھاوارتھ۔ کوئی مہاپرش ہی اس آتم تتو کو اشچریہ کی نیائیں دیکھتا ہے ویسے ہی کوئی اسے اشچریہ سے بیان کرتا ہے۔ کوئی دوسرا اسے ہی اشچریہ وت مانتا ہے۔ اور کوئی اسے سن کر حیران ہوتے ہیں۔ ایسے گہن آتم تتو کو یہ جان نہیں پاتے۔

(تشریح) بھگوان اب تک جس آتما کے وشے میں ارجن کے پرتی اپدیش کرتے آئے ہیں۔ اسی آتم ستا کی مہما اب بیان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ آتم تتو کا وشے اس قدر سوکشم اور دُرگم ہے کہ وہاں بدھی آسانی سے نہیں پہنچ پاتی

من بانی تو وہاں سے کنٹھت ہو کر لوٹ آتے ہیں۔ جیسا کہ وید سوئم کہتا ہے۔ "تیوہ راچا نور ننتے اپراپیہ منسا سہا" جس سے آنکھ دیکھتی ہے جس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ جس سے کان سنتے ہیں جس کو کان سن نہیں سکتے۔ جس سے ہاتھ پکڑتے ہیں۔ جس کو ہاتھ پکڑ نہیں سکتے۔ جس سے رسنا رس لیتی ہے۔ جس کا رس رسنا نہیں لے سکتی۔ گویا جو شکتی من اور اندریوں کی نیا لک ہے۔ جو ان کی پہنچ سے پرے ہے۔ اسی کا دیکھنا۔ سننا۔ بیان کرنا اور جاننا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو سکتا تو آتما نہ ہو کر اناتما ثابت ہوتی۔

پھر بھی کچھ کچھ مہاپرشوں نے آشچریہ اور وسمے سے اس کا ورنن کیا۔ کسی نے آشچریہ سے دیکھا اور کسی نے حیرت روپ ہو کر سنا اور مانا۔ لیکن مکمل طور پر اس کو کوئی جان نہ سکا۔ کیونکہ جو اسے جان پایا وہ وہی روپ ہو گیا۔ جیسے نمک کی پُتلی سمندر کی تھاہ دیکھنے سمندر میں اُتری تو سمندر روپ ہو گئی۔ واپس باہر پُتلی کے روپ میں نہیں آسکی اور کچھ مہاتماؤں نے جو کچھ اشارتاً بیان کیا ہے وہ بھی اس طرح ہے۔ جیسے کسی شرم حضور استری سے دریافت کیا جاوے کہ اس مردوں کی بھیڑ میں آپ کے پتی دیو کون ہیں تو وہ نیچی نظر کر کے دور سے ہی اشارہ کر دیتی ہے۔

شاستر میں اس کو "سنوے سنویدیہ" اپنے آپ سے جاننے یوگ کہا گیا ہے۔ ہر کسی کے اپنے انوبھو کا وشے ہے اس میں کہنا سننا اور دیکھنا نہیں بنتا۔ ایسا یہ درگم وشے ہے اسے پوری پوری جانفشانی سے جاننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ سے

کوئی آتما سے تعجب میں آئے   کوئی بات حیرت سے اسکی سنائے
کوئی ذکر سن سن کے حیران ہے   مگر سن سنا کر بھی انجان ہے (دل محی)

22.4.56

دوہا۔ جیو نہ ماریو جات ہے بست سبھن کی دیہہ
تا تے سوچ نہ کیجئے۔ کرکا ہو سے نیہہ (ادھیائے ۲ شلوک ۳۰)

بھاوارتھ۔ جیو آتما جو سب شریروں میں نواس کرتا ہے۔ مارا نہیں جاسکتا۔ اس لئے شریروں میں موہ کر کے اے ارجن تجھے شوک نہیں کرنا چاہیئے۔

(تشریح) پہلے کے شلوکوں میں اس بات کو اچھی طرح واضح کردیا گیا ہے کہ جیو آتما جو ہر ایک دیہہ کے اندر سوامی کے روپ میں واس کرتا ہے۔ وہ اج اجر امر اوناشی ہے۔ مرنے اور مارنے سے رہت ہے ایک اور نت ہے جیسے سے

(۱) انت ونت بھو دیہہ ہیں جیو رہت ہے نت
انباشی وہ بست ہے جُدھ کرہی کن رت

(۲) جو یا کو ہنتا گنے ہنتو گنے جو کوئی
یا نہ مرے مارے نہیں اگیانی او دوئی

(۳) یہ نہ مرے اپجے نہیں نہ بھیو نہ آگے ہوئی
اج پراتن نت ہے۔ مارے مرے نہ کوئی

بھگوان ارجن کا شوک دور کرنے کی غرض سے ادھیاتمک درشٹی کون کی یکتیوں کو یہاں سماپت کرتے ہیں۔ چنانچہ اسے پہلے دیئے گئے سارے اپدیش کا سار روپ جان کر پچھلے تمام شلوکوں کو ان کے مغز او معنی کو ذہن نشیں کر کے اس شلوک کا مطلب سمجھنا چاہیئے۔ سار اُپدیش یہی ہے کہ سارے جڑ چیتن ستھاور جنگم بھوت پدارتھوں کے اندر آتما پوری پورن ہو کر رم رہا ہے اور وہ ناش سے رہت ہے اس کا انت نہیں ہو سکتا۔ تمام

بھاارتھ ۔ شریر کپڑوں کی نیائیں ناشوان ہیں اور قابل ترک ہیں۔ شریروں کا سنیوگ ویوگ ہوتا ہے۔ آتما میں نہیں۔ پھر شریر سارے کلپت ہیں۔ ست نہیں۔ لہذا ان میں موہ ممتا نہیں کرنی چاہیئے۔ اس طرح موہ رہت ہو کر جیو آتما جو مرنے مارنے سے رہت ہے اس کے لئے کوئی شوک نہیں کرنا چاہیئے۔

جو ہے سب کے تن میں مکیں آتما | یہ دائم ہے فانی نہیں آتما
جو اس پہ یقیں ہے تو بھارت کے لال | نہ کر اہل ہستی کا رنج و ملال

شلوک ۲/۳۱ سے ۳۷ تک شوک نہ کرنے کیلئے لوکک درشٹی سے یکتیاں رکھتے ہیں۔ جن میں کوئی خاص فلسفہ کی بات نہیں جو تشریح طلب ہو۔ لہذا چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ 22.4.56

دوہا۔ لابھ ہان دکھ سکھ جیت ہار کر سمان
تان تے ارجن یدھ کر۔ پاپ لیو نہ مان (ادھیائے ۲ شلوک ۳۸)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ دکھ سکھ ہانی لابھ اور ہار جیت کو یکساں سمجھتا ہوا یدھ کر۔ ایسا کرنے سے تجھے کوئی پاپ نہیں لگے گا۔

(تشریح) اب تک بھگوان کرشن اپنے متر ارجن کے غم کو دور کرنے کی غرض سے اس کو آتما کا سروپ۔ آتما اور اناتما کا وویک۔ شریر کی نشورتا۔ آتما کی نیتتا بتلا کر اندریوں اور ان کے وشیوں کے سنیوگ سے ہونے والے دکھ سکھ کو اپنے میں نہ مان کر سہن کرنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کچھ لوکک درشٹی سے بھی اس کے شوک کرنے اور یدھ نہ کرنے میں

بدنامی لوک چرچا اور اپمان وغیرہ دکھلا کر اس کو یُدھ کے لئے اُتساہ دیا۔ پرنتو ارجن کے دل کی گانٹھ نہ کھلی۔ اس کے چہرے کی مرجھاوٹ بشاشت میں تبدیل نہ ہوئی۔ بھگوان نے سمجھا کہ شاید رن بھومی میں کھڑے ہونے کی وجہ سے اس کا من ایکاگر نہیں ہو رہا ہے۔ اور گیان کی چرم گوہیہ باتوں کو سمجھ نہیں پا رہا۔ اس لئے اس کو کوئی سہل اپائے بتانا چاہئے۔ جس کو جانکر اور یقین میں لاکر عمل کرنے سے اس کے من کا دوش دور ہو سکے۔ اسی آشئے سے بھگوان آدپرش اب نشکام کرم یوگ کے مسئلہ کو ارجن کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ ارجن کے بہانے سے جگیاسوؤں کے لئے ہی یہ دراصل اپدیش ہے اس لئے ادھکاری جگیاسو دھیان دیں۔ گیان یوگ کے اندر ادھکار پراپت کرنے والے چار سادھنوں کے انترگت ایک انگ جو تتکشا ہے۔ جس کا لکشن پہلے دیا جا چکا ہے۔ وہی یہاں نشکام کرم یوگ میں پہلی اور آخری سیڑھی ہے۔ اسی کو سمتا یوگ یا سمتو یوگ بھی کہا جاتا ہے۔

نشکام کرم یوگ کے دو پہلو ہیں۔ ایک گیان پردھان ہے۔ دوسرا بھگتی پردھان۔ اس کو کرم کا نام خواہ مخواہ دیا گیا ہے۔ اس کی آدھار شلا یا گیان ہے یا بھگتی۔ کرم کی پری بھاشا یہاں لاگو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہاں کرنا اور کارن کوئی نہیں ہے اور جب تک کرتا۔ کریا۔ کرن۔ کارن اور کاریہ یہ پانچ یکجا نہ ہوں۔ کوئی کرم نہیں ہو سکتا۔ چونکہ نشکام کرم یوگ میں تمام کام پھل کی کامنا سے رہت ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کا کوئی کارن ثابت نہیں ہوتا۔ جہاں کارن نہیں وہاں کاریہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بھگتی بھاؤ سے کرتا پرمیشور ہے۔ بھگت آتم سمرپن کر چکنے پر اپنے آپکو کرتا نہیں مانتا۔ لہٰذا کرم جو اس سے ہوتا ہے بِنا کرتا ہی ہوتا ہے۔ گیان

درشٹی سے سروپ آتما سروتر و یایک ہے۔ اگرتا ابھوگتا ہے۔ اگر یہ ہے۔ اس میں کوئی کرم ہی نہیں بنتا۔ یا گیانی اسنگ رہ کر سوبھاوک کریا میں پرورت رہتا ہے۔ لہٰذا اس میں بھی کرتا پن کا ابھمان ندارد ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسے کرم کی مثال بھُنے ہوئے بیجوں کی مانند ہے۔ جو کہ پرتھوی میں چھوڑنے سے بھی انکر پیدا نہیں کرتے نشکام کرم بھی اپنے پھل سروپ پاپ پُن پیدا نہیں کرتے۔

اب ارجن جس کو صرف اپنے ناطی گوتی بزرگوں آچاریوں کے مرنے اور مارے جانے کا ہی شوک نہیں ہو رہا۔ بلکہ اُن کی ہتیا سے ہونے والے پاپ سے بھی اس کا دل کانپ رہا ہے۔ اُس کے اس وکلپ کو شانت کرنے کے لئے بھگوان اُسے کام کرنے کا ایک نیا طریقہ سمجھاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہے ارجن۔ تو اپنے آپ کو کرتا بھوگتا نہ جانتا ہوا صرف اپنا کھشتری کا دھرم پالن کر۔ نفع نقصان۔ ہار جیت اور دُکھ سُکھ کو تو ایک جیسا سمجھ۔ گویا تجھے ان سے کچھ مطلب ہی نہیں۔ جس طرح کڑچھی (چمچہ) استعمال کرنے والے کی مرضی کے مطابق میٹھی۔ پھیکی۔ کھٹی اور نمکین تمام اشیاء میں گھومتی پھرتی ہے لیکن وہ کسی سے کوئی رس نہیں لیتی ہے ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے۔ اس طرح تیرا شریر پرمیشور کا چلایا ہوا جس جس کرم میں پرورت ہوتا ہے۔ تو اس میں اپنا نجی ارادہ اور کرتا پن شامل نہ کر۔ تو امنگ اور ساکشی رہ کر دیکھ یا اسے پربھو کی لیلا سمجھ۔ اس طرح سے اگر تو یدھ کرے گا تو تجھے کسی قسم کے پاپ چھو نہیں سکیں گے تو سدا نشپاپ رہے گا۔ کیونکہ انصاف یہی ہے۔ جو کرتا ہے وہی بھوگتا ہے تو نہ کرتا ہے نہ بھوگتا ہے۔ تو امنگ ساکشی چدآتما ہے تیرا سروپ چدآکاش ہے

ہو سکھ یا ہو دُکھ سب کو یکساں سمجھ ۔۔۔ مساوی یہاں نفع و نقصان سمجھ

برابر سمجھ جنگ میں جیت وہار   بچے گا گناہوں سے دو ہاتھ مار

28.4.56

دوہا۔ سانکھ بدھ تو سوں کہی کہت جوگ بدھ تو ہے
تان بدھ کے سنجوگ سے۔ رہے نہ کرمن موہے   (ادھیائے ۲ شلوک ۳۹)

بھاوارتھ۔ ہے ارجن۔ اب تک میں نے تیرے سامنے سانکھ یا
گیان کا نقطہ نگاہ پیش کیا ہے اور اب کرم یوگ کے نقطہ نگاہ سے
کہتا ہوں جس کو حاصل کر کے پھر تجھے کرم موہت نہیں کر سکیں گے۔
(تشریح) جب کوئی پرش اگیان شوک میں گرست ہوتا ہے وہ جڑدھوک آسی
وشا کو پراپت ہوتا ہوا کھیدیکت ہوتا ہے۔ ست است کا نرنہ نہیں کر پاتا
اس وقت یہ ضروری ہوتا ہے کہ کوئی جانکار جس پر اُس کی شردھا ہو۔
وہ اپنے تجربہ کی بنا پر اس کو سمجھاوے۔ اس کے شوک کو دور کرنے کیلئے
اس کے اگیان اور موہ کی نورتی کے لئے سمیک گیان کا اُپدیش کرے۔
جس سے وہ جان جاوے کہ ٹھیک کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ تاکہ غلط راہ
کو چھوڑ کر ٹھیک راستہ کو اختیار کرے۔ ایسا کرنے سے ہی وہ شوک
رہت ہو کر جڑ وشا سے بھی مکت ہو سکتا ہے اس عمل میں دو چیزوں کا
درجہ بدرجہ استعمال ہوتا ہے پہلے ٹھیک گیان۔ دوسرے عمل (کرم) جب
تک ان دو کا میل نہ ہو نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہو گا۔ لہذا ارجن کو پہلے گیان
یوگ کا اُپدیش کیا گیا۔ جس سے آتما اور اناتما کا گیان ہو۔ جس سے ست
اور است کا نرنہ ہو۔ شریر اور آتما کا سمبندھ یا بھید پرتیت ہو۔ اندریوں
اور ان کے وشیوں کے میل سے ہونے والے دُکھ سکھ آگمی پائی یعنی آنے جانیوالے

بدنیت ہوں۔ شریر میں موہ اور ممتا نہ رہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی جسم کو نکما بنا دے۔ اس کو بے حس و حرکت بنا کر اس کو ناش کر دے۔ بلکہ شریر کی ہر ایک حرکت میں بھی کوئی کرم نہ دیکھے اس غلطی سے باز رکھنے کے لئے اور ہٹیلے ارجن کو پھر سے شاریرک کرموں میں پرورت کرنے کے لئے بھگوان نے اس کو کہا کہ اب تک تجھے میں نے گیان کا ہی اپدیش کیا تھا۔ اب تجھے کرم یوگ بتاتا ہوں۔ جس یوگ پر عمل کرنے سے تجھے کرموں میں موہ نہیں ہوگا۔ تیری کریائیں سو بھاوک ہوں گی تو ان کے کرتاپن کے ابھمان سے مکت ہو جائے گا اور اسی لئے ان کا تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جس طرح لاوارث کی جائداد کا حق سرکار کو چلا جاتا ہے اسی طرح نشکام کرم یوگ دوارا کئے ہوئے کرموں کا کرتا نہ ہونے سے ان کے پھل کے ادھکاری سیئم بھگوان ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح گیان دوارا کئے ہوئے نشکام کرم اگیان کے ناش کرنے والے۔ اور پرم کلیان کے سادھک ہوتے ہیں ؂

یہ تعلیم تھی سانکھ کے گیان سے ۔۔۔ سمجھ یوگ کی بات اب دھیان سے
اگر یوگ میں ہو تجھ کو انہماک ۔۔۔ تو کرموں کے بندھن سے ہو جائے پاک

(دل)

دوہا۔ کرم کرے بن کامنا تاں کو ہوئے نہ ناش
الپ کئے ہوں دھرم کے کاٹت بھو بھے پاش (ادھیائے ۲ شلوک ۴۰)

بھاوارتھ۔ پھل کی کامنا سے رہت ہو کر کئے کرموں کا ناش نہیں ہوتا۔ نہ ہی الٹا کوئی دوش ہوتا ہے۔ اس یوگ کا تھوڑا آشرہ کرنے سے جنم مرن روپی بھو ساگر کے بھے روپی پھانسی کاٹی جاتی ہے۔

(تشریح) دُنیا میں کام کرنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک فرض کا راستہ ہے اور دوسرا غرض کا۔ اسی کو اُپنشدوں میں شرے اور پرے مارگ نام دیکر ورنن کیا گیا ہے۔ شرتی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پھل کی کامنا بغیر کسی کی کرم میں پرورتی نہیں ہوتی۔ کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس کی خلش آتم شانتی کو بھنگ کرتی ہے تو اس کو دور کرنے کیلئے ضرورت کو پورا کرنے کی چیشٹا ہوتی ہے۔ جو کرم نام پاتی ہے۔ جیسے جب تک ہم کو پیاس ہی نہیں لگے گی۔ ہم کیوں کنواں بنلانے لگے۔ کیونکہ رسّی اور لوٹا اٹھائیں گے اور کیوں پانی کی تلاش میں نکلیں گے۔ ہاں اگر ذرا سی پیاس لگے اور پانی فوراً نہ ملے تو دل میں ایک بیکلی ہوگی جو مجبور کرے گی کہ اُٹھ کر پانی کی تلاش کی جاوے اور تمام سادھن اس کی پراپتی کے لئے کئے جاویں اس طرح جن کو ابھی پدارتھوں کی خواہش ہے۔ جن کو اپنے شریر میں مال دولت میں گھر بار میں اور بال بچوں میں لاگ ہے۔ اُن میں جن کو آہلم دکھائی دیتا ہے وہ انہی میں سے کسی ایک یا انیک کاماناؤں کے بس میں ہو کر کام کرتے ہیں۔ وہ غرض مند لوگ ہیں اپنی غرض کے باندھے ہوئے شبھ اشبھ دونو قسم کے کام کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ نیک و بد بھوگتے ہیں۔ یہ غرض کے راستہ والے پرے مارگ گامی ہیں۔

اس کے بعد ان لوگوں کا نمبر آتا ہے۔ جو پہلی قسم کے انسانوں سے زیادہ دانش ور۔ وچاروان اور تجربہ کار ہیں۔ جنھوں نے اس دُنیا میں آکر دیکھا کہ یہاں تو ہر روز لوگ آتے اور کہیں آگے چلے جاتے ہیں۔ کوئی تھوڑی دیر اور کوئی زیادہ دیر قیام کرتا ہے۔ لیکن سب کو آخر یہاں سے کوچ کر جانا ہے۔ لہذا یہ دنیا ایک سرائے ہے اس میں مقام کسی کو نہیں۔ ہم سب لوگ سفر میں ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ یہ بھول چکے ہیں لیکن یہ بات پکی ہے کہ ہم مسافر

ہیں اور دُنیا ہے سرائے ۔ جائے قیام نہیں ۔ لہذا یہاں کسی شے سے دل لگانا گویا
اپنے آپ کو قید کرنا ہے ۔ یا راہ گیری میں دلگیری مول لینا ہے ۔ اور اپنی مسافرت
اور عاقبت دونوں کو خراب کرنا ہے ۔ اس قسم کے وچار وانوں کا چت یہاں کے
پدارتھوں میں پھنسنے نہیں پاتا ۔ اب وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کو ایک جسم ملا ہے ۔
اور اُن کے ساتھیوں کو بھی ۔ یہ جسم بھی ایک حالت پر نہیں رہتا ۔ وقت کی قید میں
ہے ۔ چھن چھن ناش کی طرف جا رہا ہے اور ایک دن موت کا لقمہ ہو جائے گا ۔
لہذا اس کا کوئی بھروسہ نہیں ۔ اس کی کسی بھی حالت پر اعتبار کرنا اور نازاں ہونا
نادانی ہے اور سراسر موجب پریشانی ہے ۔ اس وچار کے درڑھ ہونے سے وہ
اس شریر کی قید سے بھی آزاد رہنے کا جتن کرتے ہیں ۔

اب وہ وچار کے آدھار پر یہ بھی سوچتے ہیں کہ اس شریر کو ایک خاص
میعاد تک یہاں رہنا ہے ۔ اور اس کے زندہ رہنے تک اس کی کچھ اشد ضروریات
ہیں ۔ جن کے بغیر اس کا گذر نہیں اور نہ شانتی ہے ۔ لہذا اس کی سوبھاوک اور
قدرتی حاجات کو کم از کم پورا کرنا ضروری ہے ۔ من کے اندر کوئی اچھا واسنا یا
موہ نہ رکھتے ہوئے شریر یاترا کو پورن کرنے کی غرض سے جو کچھ اس شریر سے
بن آوے اس میں بے غرض ہو کر لین رہتے ہیں ۔ اسی طرح دوسروں کی سیوا اپکار
آدمی میں بھی اگر کچھ ہو جاوے تو کریا کر کے اپنے اندر کوئی کرتاپن کا ابھمان نہیں
پیدا ہونے دیتے ۔ بلکہ اپنے اوپر ایک فرض عائد سمجھتے ہیں ۔ اور اپنے ہر کام کو
فرض کی ادائیگی محسوس کرتے ہیں ۔ اس طرح سارے کام کرتے ہوئے جسمانی زندگی
دوسرے عام انسانوں کی طرح گذارتے ہوئے بھی یہ لوگ شرے مارگ کے گامی
ہوتے ہیں ۔ کرتاپن اور فاعلیت سے بہت اوپر اُٹھ کر سارے کام کرتے ہیں ۔
اور سچے معنوں میں نشکام کرمی منش بھی یہی ہیں ۔

بھگوان شری کرشن انہی شریے مارگی لوگوں کی طرف اشارہ کرکے ارجن سے کہتے ہیں کہ جو منش بغیر پھل کی خواہش دل میں رکھے کام کو صرف اپنا دھرم یا فرض یا عادت سمجھ کر سو بھاوک کر دیتا ہے وہ نتیہ سکھ کو پراپت ہوتا ہے۔ یہی نشکام کرم ان کی ادھیاتمک انتی کا باعث ہوتے ہیں۔ ان سے جنم مرن روپی الٹا دوش بھی نہیں پراپت ہوتا۔ جو کہ پریے مارگ والوں کو ملتا ہے۔ اگر نشکام کرم یوگ کے اس مارگ کا تھوڑا سا بھی آشرہ لیا جاوے۔ یعنی اس ریتی سے کام کرنے کی ودھی ذرا سی بھی انسان سیکھ لے تو یہ آواگون روپی مہان بھے سے بچانے میں مددگار ہوگا۔ اسی مارگ سے منش جنم مرن روپی بھوساگر کے پرے پار جو مکتی کا دیش ہے وہاں اس کی سہج گتی ہو جاوے گی۔ سہ

نہ کوشش ہو اس میں کوئی رائیگاں ہو رستے میں اس کے رکاوٹ کہاں
ذرا بھی جو یہ دھرم آ جائے گا تو خوف و خطر سے بچا جائے گا

(دل محں)

دوہا۔ بُدھ جو نشچے ونت کے ایک ہے تُو جان
جان سکے جیو نشچے نہیں اننت بُدھ تیں مان (ادھیائے ۲ شلوک ۴۱)

بھاوارتھ۔ ہے کرو نندن۔ نشچے آتمک بُدھی ایک ہی ہے۔ اگیانی لوگوں کی بُدھیاں نانا اور اننت ہوتی ہیں۔

(تشریح) پنجابی میں ایک ضرب المثل ہے۔ "سو سیانے اِکو مت۔ مورکھاں آپو آپنی"۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر سو بُدھیمان دانا انسان مل کر کسی بات کا نشچہ کریں گے تو ان کی رائے ایک ہوگی۔ وہ فوراً ایک رائے پر متفق ہو جائیں گے لیکن اگیانی مورکھ لوگ اپنی اپنی نیاری علٰحدہ رائے رکھتے ہیں۔ ان کا آپس میں

اتفاق نہیں ہوتا ہے۔اسی بات کو بھگوان ارجن کے پرتی دہرا رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ برہم وادی ہیں۔ اتھوا آتما میں نشٹھا رکھنے والے ہیں۔ان کی بدھی نشچہ آتمکا کہی جاتی ہے۔ایسی نشچے والی بدھی درڑھ۔سچیت اور ایک روپ ہوتی ہے وہ کبھی بھی رنگ تبدیل نہیں کر پاتی۔لیکن جو اگیانی لوگ وشے واسناؤں میں گرفتار ہیں۔جن کی بدھی اہنکار مان اور مدھ جیسی ملینتا سے ملین ہے۔ہر وقت کامناؤں سے گھری رہتی ہے۔ایسے سکامی جیووں کی بدھی کبھی پکے نشچے والی نہیں ہوتی۔ایسے ڈھلمل یقین والوں کی بدھی نشچے آتمک نہیں ہو سکتی۔کیونکہ ان مطلب کے بندوں کا پوجیہ دیوتا ان کی واسنائیں ہیں۔وہ اپنی منو اچھت کامناؤں کی دن رات اپاسنا کرتے ہیں۔انہی کیلئے دیوتا مناتے ہیں۔اگر ایک دیوتا کی پوجا سے اچھا پورتی میں ولمب ہوتا ہے تو اس دیوتا کا تیاگ کر دیتے ہیں۔ دوسرے دیوی دیوتا کا پوجن کرتے ہیں۔جب کامناؤں کی پورتی ہو رہی ہے۔ دیوی دیوتاؤں یا ایشور اتیادی میں یقین رکھتے ہیں۔دان یگیہ آدی کرتے ہیں۔ لیکن جونہی کہیں کوئی نقصان ہوا تو اسی وقت اپنے دیوتا سے لڑکر گالیاں دیتے ہیں۔اس سے منکر اور منحرف ہو جاتے ہیں۔ایک ہی وقت نانا دیوی دیوتاؤں کو مناتے پھرتے ہیں۔لیکن کہیں ان کی ترپتی نہیں ہوتی۔یہ بھولے لوگ نہیں جانتے کہ اپنے اگیان کی وجہ سے ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ایسے لوگوں کو کبھی آتما یا پرماتما کے اندر درڑھ وشواس پیدا نہیں ہوتا۔ایسے کچے وشواس والوں کی بدھیاں ایک نشچہ والی نہیں ہوتی ہیں۔اس لئے ان کی منوت نانا اور اننت ہے اور ان کے ویپریت اتم نیشٹھی پرشوں کی بدھی ایک نشچہ والی شدھ سچیت اور ورڑھ ہوتی ہے۔وہی پورن ایکاگرتا سے ٹھیک ٹھیک نشچہ اور نرنہ کر پاتی ہے اسی بدھی کا کیا ہوا ست ہوتا ہے اور اتم پھل لاتا ہے ایسی بدھی ہی سکھوں

کے دینے والی ہے۔ اس لیئے اے ارجن۔ تو اسی نشچے آتمک بدھی کا آشرہ کرہ ۵

جو عقل ارادی رہے مستقل — تو یکسو ہو پختہ انساں کا دل
ارادہ ہو جس کا نہ سلجھا ہوا — رہے گا خیالوں میں اُلجھا ہوا

دوہا۔ بید ہی مانت سورگ پھل تے اگیانی لوئے
کہت جو کچھ اور نہیں۔ تن من گیان نہ ہوئے
سورگ لوک کی کامنا۔ رہت جو تن کے چت
بھوگ وڈائی کیلئے۔ کرت کریا سوں ہت (ادھیائے ۲ شلوک ۴۲، ۴۳)

بھاوارتھ۔ جو سکامی (اگیانی) جن وید کے اس بھاگ پر شردھا اور پریتی رکھتے ہیں۔ جہاں سورگ کو کرموں کا انتم پھل اور گتی بتایا گیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں۔ ان کو گیان پرکاش کی پراپتی نہیں ہوتی۔ چونکہ ان کے ہردے میں ہمیشہ سورگ لوک کو پراپت کرنے کی خواہش رہتی ہے۔ اس لیئے وہ بڑے بڑے بھوگوں اور مان بڑائی کیلئے ہی کرم کانڈ سے پریتی رکھتے ہیں۔

(تشریح) سب لوگ جانتے ہیں کہ وید کے تین بھاگ ہیں۔ اور اُن میں تین پرکار کا دھرم اُپدیش دیا گیا ہے۔ ان تین بھاگوں کو ہی کرم کانڈ۔ اُپاسنا کانڈ گیان کانڈ کہتے ہیں۔ وید کے سنگھتا بھاگ جو کہ عام طور پر علیحدہ پستک کے روپ پر دیکھے جاتے ہیں اور جن کا نام رگوید۔ یجروید۔ سام وید اور اتھرو وید ہے۔ ان میں زیادہ تر کرم کانڈ کا ہی اُپدیش ہوا ہے۔ کہیں کہیں اُپاسنا اور بہت نا معلوم استھانوں پر گیان کا اُلیکھ ہوا ہے۔ برہمن گرنتھوں اور

اُپنشدوں میں پہلے اُپاسنا اس کے بعد گیان کا وویچن کیا گیا ہے۔ کرم کانڈ ساشتر ہیں اتھواوید میں کرموں کی انتم گتی سورگ لوک کی پراپتی ہے۔ اُوتم کرموں سے اُوتم لوکوں کی پراپتی اور مند کرموں سے نیچ یونیوں کی پراپتی ہی کہی گئی ہے۔ پھر انہی شاستروں میں اونچے لوکوں میں بھوگوں کی ادھکتا۔ دیرگھ کالتا سنکلپ دوارہ پراپتی اس لوک سے کئی سوگنا ادھک رس یکت ہونا۔ اور اسی طرح کی اور باتیں جن سے سکامی اور اوویکی پرشوں کا دل للچا جاتا ہے۔ بیان کی گئی ہیں۔ اس لئے کرم کانڈ میں پریتی رکھنے والے لوگ (کون لوگ۔ جو ابھی تک واسناؤں کے کیڑے ہیں۔ جن کی منو کامنائیں بہت بڑھی چڑھی ہیں۔ جن کی خواہشات از قسم کھانا پینا۔ پہننا۔ کھیل تماشے۔ بھوگ مان اور بڑائی پوری طرح شانت نہیں ہوئی ہیں) ایسے لوگ ہی کرم کانڈ شاستر ہیں پریتی رکھتے ہیں اور سورگ کو اپنا دھیئہ یا لکش اور انتم گتی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اُن کے چت کے اندر سورگ لوک کی چاہ نت چکر کاٹتی رہتی ہے۔ وہ اپنی مان بڑائی اور زیادہ سے زیادہ بھوگ حاصل کرنے کیلئے کرم کانڈ سے پریم کرتے ہیں۔ دراصل وہ کرم سے بھی کوئی پریم نہیں رکھتے۔ وہ تو اپنی بھوگوں کی ترپتی کی خاطر کرموں کو پریہ رکھتے ہیں اس لئے انھیں بھوگ ہی زیادہ ترپریہ ہیں۔ بھگوان ارجن سے کہتے ہیں اے پیارے۔ دیکھ ایسے لوگوں کی بُدھی صرف بھرم آتمک ہے۔ وہ نشچہ آتمک کبھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کے انتہ کرن میں کبھی شانتی۔ چین۔ اور سکھ پیدا نہیں ہو سکتے۔ شریر اور شریر کے بھوگوں میں موہ ہونے کے کارن ان کا چت کا درپن میلا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں آتم آنند کا پرتی بمب بھی پڑنے نہیں پاتا۔ ایسے لوگ نت ہی نئی واسناؤں کے شکار ہو کر

شریر پر شریر دھارن کرتے ہیں۔ ان کے لئے شرتی نے کہا ہے کہ وہ "مرتیو سے مرتیو کو پراپت ہوتے ہیں۔" یا "مرمر جنم اور جنم جنم مر"۔ اے ارجن۔ یہ ادھوگتی ان لوگوں کی ہوتی ہے جو خواہشات کے غلام ہیں۔ واسناؤں کے داس ہیں بھوگوں میں آسکت ہیں۔ وشیوں میں موہت ہیں۔ جن کے اندر یہ روپی گھوڑے خودسر ہیں۔ بدھی روپی سارتھی پنگو اور کمزور ہے۔ من روپی لگام ڈھیلی ہے۔ جہاں سوامی کا پتہ گم ہے۔ جہاں راجہ اہنکار کے نشہ سے چور ہے۔ اور مدہوش ہے۔ راجیہ کرم چاری اپنی من مانیاں کر رہے ہیں۔ تمام مریادہ گم ہو جانے پر پرجا تراہمان کر رہی ہے۔ ایسی دشا اس پرانی کی ہے۔ اس لئے پرم متر میں تیرے ہت کی کامنا سے کہتا ہوں۔ تو سمجھ سا ایسی ملین بدھی کا آشرہ مت لینا تو نشچہ آتمک بدھی کو اپنا۔ تو دیر ہے بہادر ہے۔ تجھے شریر سے پیار نہیں۔ تو واسناؤں کا ناش کر۔ جس آتم وستو کا اپدیش میں تجھے پہلے دے چکا ہوں۔ اس کو اپنا۔ اسی میں تیری بدھی رمن کرے تو آتمارامی ہووے جس سے تیرا کلیان ہووے

جو ویدوں کے لفظوں سے ہیں شادماں
وہ ناداں کریں بس گل افشانیاں

انھیں کرم کانڈوں سے ہے آگہی
وہ کہتے ہیں سب کچھ یہی ہے یہی

جنم کو بتائیں وہ کرموں کا پھل
سکھائیں زر و عیش کے سو عمل

وہ خود کام ہیں کامناؤں میں مست
وہ جنت کے طالب ہیں جنت پرست

(دل محمد)

دوہا۔ بھوگ بڑائی کامنا تن کے جیت ہر لیت
نشچے کرت بدھ کو۔ نہیں سمادھی میں دیت

بھاوارتھ۔ ایسی وید کی پشپت بانی سے ہرے ہوئے چت والے اور بھوگ بڑائی کی کامناؤں میں آسکت پرشوں کے انتہ کرن میں نشچے آتمک بدھ پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اُنھیں سمادھی پراپت ہو سکتی ہے۔

(تشریح) جو بھوکے ہیں انھی کا چت بار مبار روٹی کا چنتن کرے گا۔ روٹی کا من میں سمرن کرے گا۔ روٹی کو دیکھ کر ان کے مُنہ میں پانی آجائے گا۔ اور وہ اپنی کھشودھا نورتی (بھوک سے خلاصی حاصل کرنے) کی غرض سے روٹی کو پراپت کرنے کا حیلہ اور تیں کریں گے۔ اسی طرح سے وہ لوگ جو دشے واسناؤں کے بھوکے ہیں۔ مان بڑائی اور بھوگوں کی کامنا جن کی ترپت نہیں ہوئی۔ جو نت انھی کو من میں سمرتے رہتے ہیں۔ جن کے ذکر اذکار سن کر ان کا من ہرا جاتا ہے۔ بدھی چلائماں ہو جاتی ہے۔ ان کی پراپتی کیلئے ہر وقت پریشان اور نالاں رہتے ہیں۔ ان کو ایکا گرتا اور یکسوئی دل سے کوئی سروکار نہیں۔ شانتی کس بلا کا نام ہے۔ وہ جاننا نہیں چاہتے۔ بڑے کلاک کے پنڈولم کی طرح ان کا من سدا متحرک رہتا ہے۔ ڈولتا رہتا ہے۔ جس طرح بندر درخت کی ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر چھلانگیں لگاتا ہے۔ درخت کو جھنجھوڑتا ہے۔ آرام سے نچلا نہیں بیٹھتا۔ اسی طرح ان کامنا یکت پرشوں کے من اچھا پر اچھا اُٹھاتے ہوئے سنکلپ وکلپ روپی ٹہنیوں پر چھلانگیں لگاتے ہوئے اس شریر روپی درخت کو بھی جھنجھوڑتے ہیں۔ نہ خود آرام کرتے ہیں۔ نہ شریر کو ہی نچلا رہنے دیتے ہیں۔ اس طرح ایسے لوگوں کی بدھی نشچے آتمک نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اُنھیں سمادھی روپی پردیش میں پرویش ہی حاصل ہو پاتا ہے۔

سمادھی شبد سنسکرت کے دو شبدوں سم اور دھی کی سندھی سے بنا ہے۔

جس کا مطلب ہے سم۔ برابر دھی۔ بُدھی۔ یعنی بُدھی کی سم یا اڈول اوستھا۔ جہاں کرم جال دوند (دُکھ سکھ مان اپمان آدی) اس پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اسی بُدھی کی سمتا گی گنا کیلئے مہا پرشوں نے بڑے تپن کیے اور بڑی بڑی تلاش اور کھوج کی اور کئی طریقے اور راستے نکال ڈالے۔ تمام یوگوں کے وہ سادھن جن کا انتم لکش سمادھی ہے صرف بُدھی کی اسی اوستھا کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جس سے شریر۔ انتہ کرن۔ اندریوں کے بیوہار معطّل ہو جاویں اور بُدھی چیتنا یکت ہو کر شانت اور سم اوستھا میں اڈول ستھت ہو۔ جہاں درشٹا درشن درشیہ کی ترپٹی شانت ہو جائے۔ بُدھی سوئم اپنے ادگم استھان میں لے ہو جائے۔ جس کا پتہ سوئم سمادھی سے اٹھان پر ہوتا ہے۔ یوگیوں کی اس سمادھی کے علاوہ ایک سہج سمادھی وہ کہلاتی ہے۔ جس حالت میں پرش جاگرت ادستھا میں اندریوں اور انتہ کرن کے تمام ذیوہار کے ہوتے ہوئے اپنی درڑھ نیشٹھا کے بل پر۔ یا برہم درشٹی کے ابھیاس سے ہر طرف ہر جگہ ہر شے میں برہم دیکھتا ہے۔ کوئی کریا آدی ترپٹی۔ کوئی بھید بھید نہیں انو بھو کرتا۔ تمام دوندوں میں اس کی بُدھی سم اچل اور اڈول رہتی۔ وہ ہر وقت پرسن رہتا ہے۔ وہ نہ سوچ کرتا ہے نہ کانکشا کرتا ہے۔ وہ نشچے آتمک بُدھی والا ہے۔ وہ پرم گیانی ہے۔ وہی ستھت پرگیہ ہے۔ وہ آپت کام۔ آتم رت۔ آتم کریڑ اور آتم ترپت ہے۔

ہے پانڈو ویر۔ تجھے بُدھی کی اسی سہج اوستھا کو پراپت کرنا ہے تو سکامی پرشوں کی طرح ادھم نشچے والا نہ بن۔ تو نشکام چت ہو کر بُدھی کی سامیہ اوستھا کو لابھ کر جس سے تمام کرموں کا دوند جال رہائی لابھ دکھ سکھ جنم مرن آدی) سب چھن بھن ہو جاتا ہے تو اس بُدھی کا آشرہ لیکر اُٹھ اور اپنے سوبھاوک کرموں میں پرورت ہو جا ؎

پھنسیں جن کے دل ایسے اقوال میں گھریں عیش و دولت کے جنجال میں
سمادھی نہیں دل پہ قابو نہیں کہ عقل ارادی ہی یکسو نہیں

19.12.56 (دل محمد)

دوہا۔ ترگن کرم کو کہت ہے وید شن تو میت
دھیرج دھر نردوند ہو جوگ کھیم نہیں چیت (ادھیائے ۲ شلوک ۴۵)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ وید تین گنوں کے وشیوں کا ہی ورنن کرنیوالے ہیں تو گنوں سے پار ہو جا۔ تو سدا دھیریہ یکت۔ دُکھ سکھ آدی سے رہت نردوند یوگ کھیم کو نہ چاہنے والا اور نت ست پرائن آتم وان ہو۔

(تشریح) بھگوان نے ارجن کو وید کے کرم کانڈ میں سکامی کرموں کی گتی۔ سکامی پرشوں کی کام پرائینتا۔ واسنا ادھینتا اور بھوگ آسکتی سے ان کی ادھوگتی جتلا کر سکام کرموں کی خوب نندا کی۔ تاکہ ان کا سکھا کہیں ان کے چکر میں نہ پھنس جائے۔ بھگوان نے بات خوب کھول کر کہہ دی کہ وید کے کرم کانڈ میں صرف تین گنوں یعنی ست۔ رج تم۔ جن سے اس سنسار کی رچنا ہوئی ہے۔ کا ہی ورنن ہے۔ تمام کرم جن کا ودھان وید نے کیا ہے۔ وہ گنوں کے اندر ہیں۔ اور اُن سے ہونے والے پھل بھی گنوں کی قید میں ہیں۔ یہ گن سوئم ایک حالت پر نہیں رہتے۔ سدا تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اور آپس میں بھی بوجہ تضاد باہمی ان کا جھگڑا ہوتا ہے۔ جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ان گنوں کے اندر رہ کر کئے ہوئے کرموں سے پراپت ہونے والے پھل بھی نت سکھ کے دینے والے نہ ہو کر نکرشٹ ہی ہیں۔ حتیٰ کہ سورگ بھی عارضی اور ناشوان ہے۔ نتیہ نہیں اس لئے اے پیارے تو ان کاماناؤں میں اور ان کے پھل سورگ آدی میں نہ اُلجھ۔ تجھے تین گنوں کی حد سے پرلی پار جانا ہے۔ تو

نستریگن ہو۔ اس طرح سے نشکام ہو کر تیری بُدھی دھیریہ کو دھارن کرے گی۔ تب تین گنوں کے سوامی اس آتم دیو میں تیری نیشٹھا ہو گی۔ جہاں تجھے دو ندوں سے خلاصی مل جاوے گی۔ ہمیشہ تو ست میں پرتشٹھت رہے گا۔ اور پھر یوگ اور کھشیم یعنی اپراپت کی پراپتی اور پراپت کی رکھشا کی اچھا کرنے والا نہیں ہو گا۔

اس اوستھا کو پراپت کرنے کے لئے بھگوان نے کتنی بڑی قربانی بتائی ہے۔ وشے واسناؤں کا سمول تیاگ۔ اندریہ دمن۔ مَن اُپشم۔ بُدھی کا دھیرج یکت ہونا۔ یوگ کھشیم کی اچھا نہ رکھنا۔ نت ست پرائن ہونا۔ جب اتنی شرطیں پوری ہوں۔ تب پرش کو نردوند اوستھا پراپت ہو جاتی ہے۔

ہیں ویدوں میں لکھے ہوئے تین گن — تو بالا ہو ان سے نہ رکھ ان کی دُھن
رکھ اضداد اور نہ حاصل کا غم — ہو محو آتما میں صداقت پہ جم

(دل) 27.5.56

دوہا۔ سلتا ساگر روپ سیوں سرت جو ایکے کاج
تیسے گیانی برہم کو نیت وید کی ساج (شلوک ۴۶)

بھاوارتھ۔ جس طرح سرتا (ندی) اور ساگرہ (سمندر) کے جل سے ایک ہی کام لیا جاتا ہے۔ لیکن جن کو جل کا اتھاہ بھنڈار پراپت ہو جائے وہ کب کنوئیں چشمے اور تالاب کی طرف نگاہ کرنے لگے۔ اسی طرح جن مہاپرشوں کو برہم کا گیان ہو گیا ہے۔ وہ وید کے کرم کانڈ پر کب دھیان دیتے ہیں۔

(تشریح) جگیاسو جب تک تمام قیدوں سے آزاد نہیں ہو جاتا۔ اس کی منزل ختم نہیں ہوتی۔ اپنے دھرم گرنتھوں میں لکھی ہوئی باتوں کی قید سب سے سخت

قید ہے۔ جن باتوں کو بچپن سے سن سن کر مانتے چلے آئے ہیں وہ دل میں جگہ پکڑ لیتی ہیں۔ ان کا باہر نکالنا آسان کام نہیں۔ اسی طرح ہمارے دل میں بھی وید کے لئے بڑی شردھا اور بھگتی موجود ہے۔ وید کو ایشوری گیان مانا جاتا ہے۔ اور دراصل وید اسی ایشوری گیان کا نام ہے۔ پستک کا نہیں۔ لیکن آجکل لوگ پستک کو ہی جس میں صرف کرم کانڈ کی زیادہ تر ہما ہے۔ اسی کو وید جتلانے لگے اور اس کے باقی انگوں کو اس سے خارج کر دیا۔ جس سے وید کی وہ مہتا (بزرگی) نہ رہی۔ چونکہ کرم کانڈ میں بہت طرح کے سکامی کرموں کو کرنے کی ریتی درج ہے جن سے کئی پرکار کے پھل ملتے ہیں۔ اور سب سے بڑھیا پھل سورگ کی پراپتی ہے۔ اسی خیال کو مد نظر رکھ کر جیمنی رشی نے اپنا پوروممانسا شاستر رچا۔ جس میں انھوں نے نیتہ مکتی کو نہیں بلکہ انتیہ مکتی کو مانا۔ جس طرح لوہا اگنی میں داخل ہو کر اگنی روپ ہو جاتا ہے۔ اگنی کے گن دھارن کرتا ہے لیکن اپنا لوہاپن نہیں چھوڑتا اور جونہی اگنی سے باہر نکلتا ہے۔ اگنی کے گن اس سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے جیو کی مکت دشا کو جتلایا ہے کہ ایشور سے ایک ہو کر جیو وہی گن دھارن کرتا ہے۔ لیکن پھر علیٰحدہ ہوتا ہے جیو کا جیو ہو جاتا ہے۔ وہ ایشور نہیں بن پاتا۔

وید کے کرم کانڈ کے انویائی اور جیمنی رشی کے شاستر کے ماننے والے ممانسک لوگ کرموں کو ہی سب سے بڑا کارن سرشٹی کا۔ جیو کے جنم مرن اور مکتی کا مانتے ہیں۔ اس لئے وہ کرموں میں رت رہتے ہیں۔ ان کی مکتی دراصل کوئی مکتی نہیں۔ بلکہ اپنے کئے ہوئے کاموں کی مزدوری ہے۔ جتنے جتنے اچھے کام کئے ہیں۔ ان کا صلہ اتنا اتنا اچھا ملنا ضروری ہے۔ لہذا ان سے سورگ پراپتی ہو کر وہاں اپنے اپنے ادھکار کے انوسار بھوگ پدارتھ کا اُپ بھوگ

کر کے جب مزدوری ختم ہو جاتی ہے پھر جنم مرن کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔
بھگوان شری کرشن نے دیکھا کہ ارجن بھی ایک اچھا خاصہ دُنیا دار ہے
جس ماحول میں اس نے پرورش پائی ہے۔ وہاں بھوگ بڑائی کامناؤں کی
سرتستی تھی اور وید کے انکوں یگیہ یاگ آدی یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔ کہیں
اس کی بُدھی ان کامنا یکت کرموں میں نہ اڑی رہے اور نشکام کرم یوگ
جس کا اپدیش انھوں نے شروع ہی کیا ہے۔ اس کی بُدھی میں سما نہ سکے۔
اس لئے اس کے پہلے کے پرانے خیالوں کو نکالنے کے لئے انھوں نے کہا
کہ وید کے اندر تو بھوگ بڑائی کامنا کی پورتی کے لئے سکام کرموں کا ہی ذکر
ہے۔ ان تمام کرموں اور ان کے پھلوں کو جن کا اُپدیش وید کے کرم کانڈ میں
ہے۔ تین گنوں کے اندر ہی بتلایا اور کہا اے ارجن۔ یہ وید تو پرکرتی کے تین
گنوں (ست رج اور تم) کے اندر ہی اُپدیش کر رہے ہیں اور تجھے تو ان گنوں
کو پار کر جانا ہے۔ اس لئے تو ان دلکش باتوں میں نہ اُلجھ۔ تو ان سے کنارہ کش
ہو۔ دھیریہ وان ہو۔ نردوند ہو۔ اسی بات کی پشٹی کرنے کی غرض سے وہ
کرم کانڈ کا اور برہم گیان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انھوں نے وید کے کرم کانڈ
کو تو پانی کے ایک چشمہ سے تشبیہ دی ہے۔ برہم گیان کو سمندر سے۔ انھوں نے
کہا۔ اے ارجن جن لوگوں کو پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہی مل گیا ہو انھیں
پانی کے چھوٹے چھوٹے ستھان چشمہ۔ تالاب۔ باولی۔ کنواں وغیرہ
سے کیا مطلب رہ جاتا ہے۔ گویا وہ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی طرح جن کو
یوگ و گیان دوارہ برہم کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ جس برہم میں نہ موہ ہے نہ مایا۔
نہ جڑ ہے نہ چیتن۔ نہ کال ہے نہ دیش۔ نہ جنم ہے نہ مرن۔ نہ کچھ ہوا ہے نہ کچھ
ہوگا۔ جو سوتہ سدھ آپنے آپ میں دائم قائم پورن ہے۔ جہاں تمام سنکلپ

شانت ہو جاتے ہیں اور اچھائیں پورن ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ندیاں سمندر میں داخل ہو کر شاد کام ہو جاتی ہیں۔ ان لوگوں کو وید کے کرم کانڈ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ وہ پورن نشکام ترپت اور مکت ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے کہا ہے ؎

وہ انسان جسے برہم کا گیان ہے — اسے کرم کانڈوں پہ کب دھیان ہے
اسے وید محض ایک تالاب ہے — جہاں سارے عالم میں سیلاب ہے

(دل محمد) $3\frac{6}{56}$

دوہا۔ تو ادھکاری کرم میں ناہی پھلن سُو ہیت
کرمن کے پھل چھاڑ کے کرم کرو گہہ چیت (ادھیائے ۲ شلوک ۴۷)

بھاوارتھ۔ اے ارجن تیرا ادھکار کرم کے کرنے میں ہے۔ اس کے پھل (نتیجہ) میں نہیں۔ اس لئے کرموں کے پھلوں کی خواہش کا تیاگ کر کے کرم کرو اور سادھان رہو۔

تشریح) گیتا کے گوڑھ تتوں کو سمجھنے کے خواہشمند جگیاسو اس بات کا خیال رکھیں کہ جہاں بھگوان پہلے سانکھ یوگ یا بُدھی یوگ کا اُپدیش کر رہے تھے۔ وہاں سارا کتھن آتما یا روح کی درشٹی سے ہو رہا تھا۔ لیکن جونہی کرم کا اُپدیش شروع ہوا کہ نقطہ نگاہ بدل گیا۔ اب شریر درشٹی سے کہا جائے گا۔ کیونکہ کرم شریر سے ہوتا ہے۔ آتما سے نہیں۔ آتما کے سامراجیہ میں کرم وکرم اکرم وغیرہ ثابت ہی نہیں ہو سکتے۔ لہذا اب ارجن کو جو تُو کر کے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ اس کے شریر کی طرف اشارہ ہے۔

انسانی جسم سے دو قسم کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ ایک طبعی دوسرے ارادی۔

جو کام بلا وساطت ارادہ انسانی ہوتا ہے۔ وہ طبعی کام ہوتا ہے۔ مثلاً بھوک لگنا۔ خوراک ہضم ہونا۔ خون وغیرہ بننا۔ پرانوں کا آنا جانا وغیرہ۔ اور جو کام صریحاً انسانی ارادے سے کئے جاتے ہیں۔ وہی ارادی کام کہلاتے ہیں۔ طبعی کاموں میں ہمارا ارادہ اور اہنکار شامل نہیں ہوتے۔ اس لئے ہم اُن کے لئے ذمہ دار نہیں ٹھہرتے۔ اسی لئے وہ کرم نہیں کہلاتے۔ ارادی کام ہی کرم کہلاتے ہیں اور ان کا پھل سزا اور جزا ہم کو ملتا ہے۔

اب یہ ارادی کام یعنی کرم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ سکام اور نشکام۔ جن کاموں میں ہماری اپنی کوئی غرض چھپی رہتی ہے۔ ہم کسی خاص مقصد کو لیکر کام کرتے ہیں۔ اور وہ مقصد صرف ہمارے جسمانی فائدے تک محدود ہوتا ہے۔ ایسے سارے کام سکام ہوتے ہیں۔ سکام کا مطلب ہے اچھا یا کامنا سہت۔ جتنے یگیہ یاگ آدی۔ نت اور نیمتک کرم ہیں اور عام گرہستی دُنیادار انسان جو کچھ کرتا ہے وہ سب سکام ہوتا ہے کیونکہ وہ سب اپنے ایک شریر یا شریر کے سنبھی چند شریروں کے ہت کے لئے ہوتے ہیں۔ ان میں کامنا اور لالسا کی شکتی کام کرتی ہے منو کامنا کی پورتی کے لئے سکامی پُرش دوسروں کے ہت کا خیال نہیں رکھ سکتا اور اگر دوسروں کی ہانی ہو کر اپنا لابھ ہو رہا ہو تو وہ اسے فوراً اپنا لیتا ہے یعنی دوسروں کی ہانی کر دیتا ہے۔ اپنے شریر اور اُس کے سکھوں کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح یہ سکام کرم دُکھ سکھ اور سزا جزا کے ہیتو ہیں اور انسانوں کو ہمیشہ شوک اور موہ کی کھائی میں گراتے رہتے ہیں۔

نشکام کرم وہ ہیں۔ جن میں ہماری کوئی نجی کامنا نہیں ہوتی۔ ہم اپنے سوبھاؤ یا عادت سے مجبور ہو کر کام کرتے ہیں۔ اُن میں ہمارا ارادہ ضرور کام کرتا ہے۔ مگر وہ ارادہ ہمارا جزوی ارادہ نہیں رہ جاتا۔ جب ہم اپنی بُدھی سے صرف اپنے لئے

کچھ کروانا چاہتے ہیں۔ اپنے لئے سوچتے ہیں اور اپنے لئے فیصلہ کر کے کام کرتے ہیں۔ وہ ارادہ اور سوچ تمام ترجزوی انسانی ہوتا ہے۔ لیکن جب ہمارا تصوّر عام انسانوں کی بھلائی کے لئے فکر کرتا ہے۔ ہماری عقل کل کائنات کی خدمت میں محو ہوئی فیصلے دیتی ہے۔ اس وقت ہمارا تصوّر اور ارادہ انسانی نہیں رحمانی (ایشوری) ارادہ ہوتا ہے۔ لہذا اس قسم کے ایشوری ارادہ سے کئے ہوئے تمام کام نشکام ہوتے ہیں اور انسان اُن کا فاعل یا کرتا نہیں ٹھہرایا جاتا۔ نہ وہ ان کے پھل کا بھوگتا ہی ہوتا ہے۔ یہی قدرتی قانون ہے۔

گیتا کا کرم یوگ نشکام کرم یوگ ہے۔ کیونکہ گیتا نے سکام کرموں کی نندا کرتے کرتے وید تک کی ایک پرکار سے نندا کر دی ہے۔ پچھلے ہی شلوکوں میں یہ کہا گیا ہے کہ وید کے اندر تین گنوں کے وشیوں کا ہی ورنن ہے اور اے ارجن تجھے ان گنوں کے پار جانا ہے نیز تینوں گنوں سے پرے جو پار برہم پرماتما ہے۔ اس کو پراپت کئے مہاتماؤں کو وید میں بتائے ہوئے کرموں کی طرف کوئی دھیان نہیں جاتا۔ جس طرح پانی کے بہت بڑے ذخیرے کو حاصل کر کے کوئی پانی کے چھپڑ (تالاب) کی خواہش نہیں کرتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ گیتا سکام کرموں کی بڑے زور سے نندا کرتی ہے اور وہ سرد تھا تیا گنے یوگیہ ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر انسان کرے تو کیا کرے۔ کس طرح وہ بالکل نشکام ہو سکتا ہے۔ اس کے تمام کام کیونکر سو بھاوک ہوں۔ اس کا جواب اس شلوک میں دیا گیا ہے۔ بھگوان نے کہا کہ جب تک یہ جسم ہے اور اس میں جان ہے۔ اس [illegible] کچھ نہ کچھ سرزد ہوتا رہیگا لہذا وقت اور موقعہ کے مطابق جو کام سامنے آجاوے وہ کر دیا جاوے۔ اس میں اپنی فاعلیت اور کرتاپن کی بُدھی کو شامل نہ ہونے دے اور نہ اس میں اپنی کوئی غرض ہی مدنظر رکھے۔ کیونکہ ہمارا ادھکار کرم میں ہے۔ یعنی ہمارے جسم کرم کے

بغیر رہ نہیں سکتے۔ لیکن پھل یا نتیجہ کے ساتھ ہمارا کوئی سمبندھ نہیں۔ اس طرح ہمارے سارے کام طبعی یا سوبھاوک ہو جاویں گے اور کرتاپن کی بُدھی نہ ہونے سے باندھنے والے نہیں ہو سکتے۔ مثلاً شریر کا روٹی کھانا ایک سوبھاوک دھرم ہے اس کرم کی کوئی سزا جزا نہیں ہو سکتی۔ لیکن زبان کے سواد کی خاطر کھانا۔ رنگا رنگ کے پدارتھ بنا کر کھانا۔ کسی سے پرسن اور کسی کو کھا کر منہ بنانا۔ بنانے والوں پر کبھی پرشنسا اور کبھی غصہ جتلانا۔ بھوک سے زائد یا بھوک کے بغیر کھانا ان کرموں میں ہمارا ارادہ انسانی شامل ہوتا ہے۔ کرتاپن کی بُدھی پیدا ہوتی ہے۔ لہذا ہم کاموں کے فاعل اور ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔ ایسے کام راگ دویش کی زنجیروں سے ہم کو باندھ لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ سکھ اور دُکھ ہوتا ہے۔

اسی لئے بھگوان نے ارجن کو یہ ہدایت کی کہ تم دھرم یا فرض خیال کرکے کام کرو۔ ان کاموں سے کسی نتیجہ یا پھل کی آشامت کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کام بند کر دو اور نکمے آلسی ہو جاؤ۔ خبردار۔ ایسا کرنا قانون قدرت کے منافی ہوگا تیرا جسم ہی قائم نہیں رہ سکے گا۔ شریر کا سوبھاو شریر کو کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور کریگا۔ لہذا تم ہٹ نہ کرو۔ پھل کی خواہش چھوڑ کر تمام کام کرتے جاؤ۔ تم ان کاموں سے یا ان کے نتیجہ سے آلودہ نہیں ہوگے۔

ارجن کے دل میں بات بیٹھی نہیں۔ اُسے اس طریقہ سے کام کرنے کی ودھی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کی بُدھی اور چکرا گئی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گیا کہ بھگوان کا آخر مطلب کیا ہے۔ کام کرنے کا یہ نیا ڈھنگ کیسا ہے کہ کام تو کیا جاوے لیکن اس سے اُمید نتیجہ نہ رکھی جاوے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ بیج تو بویا جائے لیکن اُمید روئیدگی نہ کی جائے۔ میدان رزمگاہ میں مار کاٹ تو کی جائے لیکن اس سے ہونے والے نتیجے سے آنکھ بند کر لی جائے۔ تمام ارادی

کام ارادہ سے ہوتے ہیں۔ ارادہ اچھا سے اُتپن ہوتا ہے۔ اچھا کا بیج واسنا ہے۔
اور واسنا اہنکار یا اہم ورتی سے پھُرتی ہے۔ اس طرح جب اتنے کارن شامل ہوتے ہیں تب کہیں کوئی کاریہ ہوتا ہے۔ خواہش یا ارادہ کے بغیر کام ہی کیسے ہوسکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ارجن اسی ادھیڑ بن میں مستغرق تھا کہ بھگوان اس کے دل کی بات جان گئے۔ انھوں نے کہا ارجن گھبراتا کیوں ہے۔ میٹھے پانی کے چشمے پر بیٹھا ہوا منش پیاسا کیوں کر رہ سکتا ہے رسوئی میں روٹی تیار موجود ہونے پر کوئی بھوکا پرش بھوک سے کیوں بلکے۔ آنند کے ساگر میں غوطہ لگانے والا غوّاض آنند سے دنچت کیوں ہو۔ کوئی ابھاگا ہی ایسا ہوسکتا ہے۔ اے ارجن۔ تو ساکشات پار برہم کی گود میں بیٹھ کر کس چنتا اور شوک میں مگن ہو رہا ہے۔ اگر تجھے میری باتوں میں یقین نہیں ہو رہا۔ یا تیری عقل میں بات بچ نہیں رہی۔ تو میں پھر سے تجھے سمجھاتا ہوں۔ بھگوان جو دیالو ہیں۔ کرپا کے ساگر ہیں اپنے بھگتوں کیلئے ماتا پتا۔ بندھو۔ سکھا اور بھراتا۔ ددیا درو یہ اور سروسیہ وہی ہیں۔ جن پر ایکبار ریجھ جاتے ہیں۔ ان کی پرسنتا کے لئے کیا کیا لیلا نہیں کرتے۔ ایسے بھگت دتسل بھگوان شری کرشن نے یوں کہنا شروع کیا۔

دیکھو میرے پیارے۔ تمہارے ہاتھ میں اس وقت دھنش بان ہے۔
تم دھنش پر پرتنچا چڑھا کر بان کو چھوڑتے ہو۔ بان نشانہ کو بیندھتا ہے۔ اگر بان یہ کہنے لگے کہ نشانہ میں نے مارا ہے تو کیا یہ ست ہے۔ اسی طرح جن ہاتھوں نے تیر کمان کو سنبھالا۔ اور چھوڑا ہے اگر وہ یہ اہنکار کریں کہ وہ اس کاریہ کے کرتا ہیں۔ تمام بڑائی ان کی ہے تو کیا یہ ست ہوسکتا ہے اگر بازو ایسا ابھمان کریں تو کیا یہ صریحاً جھوٹ نہیں ہوگا۔ شریر سے علٰحدہ بازو کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ اگر شریر ابھمان کرے کہ اس کاریہ کا کرتا میں ہوں تو کیا یہ بھی ویسا ہی

جھوٹ نہیں۔ کیونکہ شریر اپنے آپ کچھ کر نہیں پاتا۔ سوکشم شریر یا دماغ کا چلایا ہوا یہ چلتا ہے۔ تیر چلانے کا ارادہ اس کا نشانہ باندھنا اور پھر چھوڑنا تو سب دماغ کے حکم اور اختیار سے ہوا ہے۔ تو پھر کیا دماغ فاعل ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ دماغ یا من اپنی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ غشی سوشپتی اور سمادھی میں جب من سے طاقت چھن جاتی ہے۔ من کی ہستی کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس سے من منن کرتا ہے۔ جس سے بدھی نرنے کرتی ہے جس سے سب شریر چیشٹا گرہن کرتے ہیں۔ وہی جہاں ستا سب کچھ کرتی ہے اس کے سوائے دوسرا کوئی کرتا نہیں۔ اگر کوئی اپنے آپ کو کرتا مانتا ہے تو غلط ابھمان کرتا ہے۔

اس طرح جس قدر کام تم کو ہو رہے دکھائی دیتے ہیں وہ اسی مہا چیتن چدآکاش کا سپھرن ماتر ہیں۔ تم ان میں کرم۔ کرتا بدھی چھوڑ دو۔ اُسی کو کرتا دیکھو اپنا آپ بیچ میں سے ہٹا دو۔ ایسا کرنے سے جو کام ہوگا وہ نشکام ہوگا اور تم نشپاپ کے نشپاپ رہو گے۔ ہوشیار ہو جاؤ ؎

تجھے کام کرنا ہے اور مردکار — نہیں اس کے پھل پر تجھے اختیار
کئے جا عمل اور نہ ڈھونڈ اسکا پھل — عمل کر عمل کر نہ ہو بے عمل

(دل محمد) $10\frac{6}{56}$

دوہا۔ یوگ استھت ہوئے کرم کر سمے سنگ کو تیاگ
بدھا اسدھ سمان گن ایہی یوگ انوراگ (ادھیائے ۲ شلوک ۴۸)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ آسکتی کو تیاگ کرکے اور کامیابی اور ناکامی دونوں میں سمان بھاؤ والا ہو کر یوگ میں استھت ہو کر کرموں کو کر۔

یہی سمتو (سمان بھاو) ہی یوگ نام سے کہا جاتا ہے۔
(تشریح) اس شلوک میں بھگوان ارجن کو کرموں کے کرنے کی ودھی بتلاتے ہیں۔ نیز یوگ شبد کی پری بھاشا بھی بیان کرتے ہیں۔ پہلے وہ بتلا چکے ہیں کہ تمہارا ادھکار صرف کام کے کرنے میں ہے۔ اس کے نتیجہ میں نہیں اس لئے پھل کی اِچھا سے رہت ہو کر کرم کرو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ منش اپنی من چاہی وستو میں آسکت ہوا دن رات اسی کے خواب لیتا ہوا اس کی پراپتی کے سادھن ڈھونڈتا اور عمل میں لاتا ہے اور خوب دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ اگر کہیں کامیابی کی اُمید لگ جاتی ہے۔ تو بہت خوش خوش آگے بڑھتا ہے اور کامیاب ہو جانے پر تو خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ لیکن اگر دُربھاگیہ وش ناکام ہوتا ہے تو غم سے نڈھال ہوتا ہے۔ بسا اوقات دل ٹوٹ جاتا ہے اور کسی بیماری میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ساری عمر اسی طرح اپنی اِچھت وستوؤں کی پراپتی کے جتن میں گذار دیتا ہے اور راحت و رنج کی ٹھوکریں کھاتا ہوا اس بیش قیمتی زندگی کو ختم کر دیتا ہے

یہاں یہ یاد رہے کہ پدارتھوں میں آسکتی والے پُرش کا من ایکاگر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا من اِچھائیں اُٹھاتا ہے اور اُسے ان کی پورتی کے واسطے مجبور کرتا رہتا ہے۔ لہذا وہ جب کسی ایک کام میں مصروف ہوتا ہے تو اس کا من کسی اور اُدھیڑ بن میں لگا رہتا ہے جس سے من کی پوری ایکاگرتا نہ ہونے سے کوئی کام بھی اچھی طرح سر انجام نہیں پاتا۔ جس پر منش اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا ہے۔

ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بھگوان نے ارجن سے کہا۔ اے ارجن پیارے سکھا۔ ذرا سنبھل کر قدم رکھنا۔ یہ مارگ بڑا بکرال اور کٹھن ہے۔ سب سے پہلے وچار کرو کہ تمام پدارتھ جن کے موہ اور آسکتی میں سب

گرفتار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تمہاری پیدائش سے پہلے یہاں موجود تھے۔ تم انھیں بھوگ کر اس شریر یاترا کو سماپت کرو گے۔ اور پھر یہ یہاں یونہی رہ جاویں گے۔ ہمارے بزرگ باپ دادا بھی اسی طرح ان کو بھوگ کر انھیں یہاں چھوڑ کر چلے گئے یہ پدارتھ آج تک نہ کسی کے ہوئے ہیں نہ کسی کے ہوں گے۔ جو اشیا تمہارے یہاں اس کرم بھومی میں آنے سے پہلے موجود تھیں اور تمہارے چلے جانے کے بعد موجود رہیں گی۔ تم اُن پر اپنی ملکیت کا حق کیونکر ثابت رکھ سکتے ہو۔ یہی نادانی ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور　　　اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

جب یہ حال ہے تو پیارے متر۔ جائے غور ہے کہ ایسی ناقابل اعتبار حالت میں کسی شے پر اپنا حق جتلانا اور کسی کی محبت میں پابند ہو جانا کسی کو مفید اور کسی کو غیر مفید ماننا۔ کسی میں راگ بدھی ہونا اور کسی میں دویش دکھلانا۔ عدم فہمید حقیقت کے باعث ہی تو ہے۔ لہذا تمھیں واجب ہے کہ تم اس دُنیا کے پدارتھوں سے بے لاگ رہو۔ ان کو اپنی خواہشوں کا مرکز مت مانو۔ اس طرح جب تم اشیا کی محبت سے پاک ہو گے تو پھر اگر تمھیں یہ مل جاویں گی تو تمھیں کوئی خوشی نہ ہو گی۔ اور اگر نہ ملیں تو بھی کوئی غم نہ ہو گا۔ تمہارے کام بے غرض سو بھاؤ کے ہوں گے اور ان کی کامیابی اور ناکامیابی میں تم برابر اڈول حالت میں رہ سکو گے

مندرجہ بالا آسکتی سے رہت ہو کر کام کرنے کے ڈھنگ کو یوگ کہتے ہیں۔ ایسے یوگ میں قائم ہو کر اے ارجن۔ تو سارے کاموں کو کر۔ سروتر سب پدارتھوں میں۔ سب دشاؤں میں سم رہنے کو ہی یوگ نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کی ایسی ستھتی ہے وہی یوگی ہے ؎

رکھ ارجن تو دل یوگ میں استوار　　　تو کر بے لگاوٹ عمل اختیار

نہ جیتے کی شادی نہ ہارے کا سوگ　　کہ دل کے توازن کا ہے نام یوگ

(دل محمد) 17.6.56

دوہا۔ بدھ جوگ تے کرم کو ارجن تو گھٹ مان
سرن ہوئے تو بدھ کی۔ دین کامنا مان　(ادھیائے ۲ شلوک ۴۹)

بھاوارتھ۔ اے ارجن کرم یوگ سے بُدھی یوگ بہت سریشٹ ہے اس لئے تو بُدھ یوگ کی شرن ہو جا۔ اور ہر پرکار کی کامنا کو دینتا کا گھر سمجھ کر ان کا پری تیاگ کر دے۔

(تشریح) کرم یوگ کا تھوڑا سا پریچے دیکر اب اس کا مقابلہ بُدھی یوگ سے کرتے ہیں۔ اور بُدھی یوگ کو سکام کرم سے سریشٹ جتلاتے ہیں۔ گیتا کا بُدھی یوگ، سانکھ یوگ وگیان یوگ ایک ہی وچار دھارا کو ظاہر کرتے ہیں۔ بُدھی یوگ میں جیون کے مول سدھانت جن کا ذکر پہلے شلوکوں میں ہو چکا ہے۔ اس پرکار ہیں۔ (۱) آتما کی اکھنڈتا اور امرتا (۲) شریر کی نشورتا (۳) آتم اناتم وویک۔ اور (۴) اپنے دھرم کا پالن۔ اور کرم یوگ پھل اِچھا رہت ہو کر کرم کرنے کو کہتے ہر کام کو دھرم یا فرض جان کر کرنا۔ تن اور من دونوں کو اس میں لگا دینا۔ کرم میں رتی کی یہ دشا کہ کرتا پن کا خیال ہی گم ہو جائے۔ کرم کا بوجھا معلوم ہی نہ ہو۔ تمام کریا سو بھاوک ہو۔ اس کا نام کرم یوگ ہے۔ اس قسم کے نشکام کرم یوگی بننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے آتما کے اکھنڈ اور امر سروپ کا گیان ہو۔ شریر کے ناشوان ہونے کا درڑھ نشچہ ہو اور اس وویک دوارا نرمَم ہو کر ہم اپنا دھرم پالن کریں۔ گویا بدھی یوگ وہ بنیاد ہے جس پر کرم یوگ کی عالیشان عمارت تیار ہو سکتی ہے۔ جس طرح بنیاد کے بغیر کوئی عمارت کھڑی نہیں کی جا سکتی۔

اسی طرح گیان دویک کے بغیر کوئی کرتا پن کے غلط ابھمان سے مکت نہیں ہو سکتا بُدھی یوگ کے متذکرہ بالا اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اگر کوئی جپ تپ یوگ آدی سادھن کرے گا۔ تو وہ چونکہ شریر کا ابھمان رکھ کر کئے جاتے ہیں۔ان سے زیادہ تردیہہ ابھمان کے پختہ ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پرانے زمانے کے تپسوی اپنے تپو بل کے مد میں آکر شاپ اور بر وغیرہ دینے لگ جاتے تھے۔سچے گیانی منیشی مہاتما کے سامنے تمام پرکار کے تپسویوں کو سر جھکانا پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے بھگوان ارجن کو بُدھی یوگ کی مہانتا بتا رہے ہیں اور اسے کرم سے بہتر اور افضل بیان کیا ہے۔سچ پوچھو تو گیان روپی کیاری کا پھول نشکام کرم ہے۔ ودیک روپی سارنگی کا راگ نشکام کرم ہے۔دونوں ایک دوسرے کی پورتی کرنے والے ہیں۔جو انہیں جدا جدا جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔سکام کرموں کی یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

جیو کو شریر کی پراپتی کیوں ہوتی ہے۔اس میں مہان کارن کیا ہے۔ وہ ہے کامنا اور واسنا۔یا خواہش۔اسی خواہش نے جیو کو دین عاجز بنایا ہوا ہے۔ورنہ یہ جیو سروپ سے تو برہم اکھنڈ پورن ہے۔کسی نے کہا ہے ؎

چاہ چوہڑی چماری ات نیچن کی نیچ

میں تو پورن برہم تھا جو چاہ نہ ہوتی بیچ

جب تک ایک بھی واسنا موجود ہے۔شریروں کی پراپتی جاری رہیں گی یعنی سلسلہ جنم مرن یا آواگون بند نہیں ہوگا۔سب سے بڑا دکھ جیو کو جنم مرن کا ہے۔ساری عمر خواہشات کی پورتی کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔لیکن نہ خواہش دور ہوتی ہے نہ دکھ سے چھٹکارا ملتا ہے۔اسی دوڑ دھوپ میں جیون سماپت ہو جاتا ہے اور پرانی ہاتھ ملتا ہوا ہی اس شریر کو تیاگتا ہے۔اور باقی ماندہ خواہشات

کے مطابق اور شریروں کی رچنا کرتا ہے۔ یہی سنسار چکر ہے۔ یہی بھے دینے والا بھو ساگر ہے۔ بندھن کی سب سے بڑی گانٹھ یہی ہے۔ اسی سے چھٹکارہ حاصل کرنا مکت ہونا ہے۔ لہذا بھگوان کہتے ہیں۔ اے ارجن۔ یہ خواہش ایک عذاب ہے۔ واسنا ایک جال ہے جس میں سب جیو روپی پکشی پھنسے پڑے ہیں۔ کامنا ایک شیرینی کا خوانچہ ہے۔ جس پر پرانی روپی مکھیاں دوڑ دوڑ کر لپک رہی ہیں۔ جسے سب سکھ روپ جانتے ہیں۔ وہی واسنا دکھ روپ ہے۔ جسے سمپدا مانتے ہیں وہی آپدا ہے۔ جن کے پیچھے دن رات لگے رہتے ہیں۔ وہی بے وفا ہے۔ اس لئے یہ کامنا گویا دینتا۔ غریبی عاجزی کا گھر ہے۔ تمام دکھوں کی کان ہے۔ اس کا تیاگ کرنا واجب ہے

یہ تیاگ کوئی آسان بات نہیں۔ منہ سے کہا اور ہو گیا والی کہانی نہیں۔ بھگوان اب اس کا علاج بھی بتلاتے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ بدھ یوگ کی شرن میں جا یعنی اپنے آتما کی اکھنڈتا اور امرتا کا گیان حاصل کر۔ شریر کو نشور، فانی تصور کر۔ آتما اور اناتما کے ودیک کو ہردے میں درڑھ کر۔ ایسا کر لو گے تو شریر سے تمہاری ممتا ہٹ جائے گی۔ بدھی سم اور اڈول ہوگی۔ آتما میں پورن نشچے والی ہو کر ہر پرکار کی کامنا سے سویم ہی مکت ہو جاوے گی و اچھاؤں کی شانتی ہو جاوے گی۔ اس وقت تمہارے شریر سے ہونے والا ہر کام سچے معنوں میں نشکام ہو گا۔ گویا بدھی یوگ میں کمال حاصل کر لینے پر کرم یوگ اپنے آپ سدھ ہو جائے گا۔ انھوں نے پھر کہا سے

سُن اب عقل کے یوگ کا حال سُن	بہت پست ہیں جس کے کرموں کے گُن
بنا عقل خالص کو تو دست گیر	رہیں پھل کے طالب ذلیل و حقیر

دوہا۔ بدھی یکت دوؤ تجت کہاں پن کہاں پاپ
جوگ کرم میں چت رہے سوئی کرلو آپ (ادھیاے ۲ شلوک ۵۰)

بھاوارتھ۔ بدھیمان دھیر مہاپرش کیا پاپ اور کیا پُن دونو کا تیاگ کردیتے ہیں تو اسی سمتو یوگ میں چت جوڑنے کی چیشٹا کر۔ کرم میں کشلتا یا چترائی کا نام ہی یوگ ہے۔

(تشریح) ابھی ابھی بھگوان سکام کرموں کی تچھتا (نکماپن) جتلا رہے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ سکام کرم بہت ہی نکرشٹ ہیں۔ انکو اکامنا تو محض دینتا کا گھر ہے۔ اسلئے اس کا تیاگ کرنا یوگ ہے۔ پاپ پن روپی پھل سکام کرموں کا ہی ہوتا ہے۔ نشکام کا نہیں۔ جیسا کہ پہلے شلوک ۴۷ میں بیان ہو چکا ہے۔ نشکام کرم وہ انسانی کام نہیں جو بلا واسطت ارادہ انسانی ہوتے ہیں۔ اس لئے دراصل انسان ان کا کرتا یا فاعل نہیں ٹھیرایا جاتا۔ نہ ہی کوئی ان کا بھوگتا ہوتا ہے۔ ایسے کاموں میں نیک اور بد کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ لیکن اس کے برعکس جو کام انسانی ارادے سے ہوتے ہیں۔ کسی غرض اور کامنا کو لیکر کئے جاتے ہیں انسان اُن کا فاعل ہوتا ہے۔ اُنہی کو بلحاظ فائدہ و نقصان نیک و بد کا نام دیا جاتا ہے۔ نیک کاموں کا صلہ پُن اور بد کاموں کا اثر پاپ ہوتا ہے۔ گویا سکام کرموں سے ہی پُن اور پاپ کی اُتپتی ہوتی ہے۔

اب جن کی بُدھی سم اور اڈول ہو چکی ہے جو نشچہ کے پکے بُدھی یوگ کے سچے انویائی ہیں۔ جن کی کامنائیں پورن ہو چکی ہیں۔ سیوا جن کا سوبھاو ہو گیا ہے۔ پراوپکار جن کا جیون ہی ہے آتما کی امرتا اور شریر کی نشورتا میں جن کی درڑھ نشٹھا ہے جو اپنے شریر کو محض ایک رتھ کے سمان جانتے ہیں اور ویساہی دیوہار بھی

کرتے ہیں۔ انھیں نہ کوئی کامنا ہے۔ نہ کامیہ کرم وہ ہی سچے نشکام کرم یوگی ہیں۔
اس لئے وہ ہمیشہ کے لئے پاپ اور پن کو اسی جیون میں تلانجلی دیدیتے ہیں۔ ان
کے لئے "پاپ پن دو جھی کہاوت۔ کوئی سورگ کوئی نرک بتاوت" والا معاملہ
ہو جاتا ہے۔ وہ کرموں کے جھگڑے اور پاپ پن کے مسئلہ کو اگیانیوں کی دنت
کتھا سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اسی لئے رشی اشٹاوکرجی نے جنک سے کہا تھا۔
پاپ پن کے مسئلوں میں اگیانی ہی جھگڑتے رہتے ہیں۔ گیانوان جو کچھ کرنے کو ہوتا ہے
اُسے کر کے شانت ہو رہتا ہے۔

کرم کرنے کی یہ چترائی جو بھگوان بتا رہے ہیں اسی کی پرشنسا کر رہے ہیں۔
کہتے ہیں کہ وہ شُدھ آتما پر رکھ کر خرید کی ممتا سے کلھم آزاد ہو کر۔ "سرو بھوت ہتے رتا"
سب بھوت پرانیوں کے ہت میں رت (مستغرق) ہو کر کرم کرنے سے نہ پاپ لگتا
ہے نہ پن ہوتا ہے۔ اس کا کرتا پر کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔ اس سے وہ کرموں کی آلائش
سے پاک ہمیشہ آزاد رہتا ہے۔ گیتا کی بھاشا میں ایسے کرتا کو یوگ یکت۔ یوگی
پنڈت اور بھگت آدی ناموں سے پکارا گیا ہے۔ کرم کرنے کی اس نرالی ودھی
کو ہی گیتا نے یوگ نام دیا ہے۔ کرم تو کیا جائے۔ لیکن اس کا کرتا کوئی نہ ہو۔
اس میں اپنی کوئی غرض نہ رکھی جاوے۔ دھرم یا فرض جان کر کیا جائے۔ اور
لوک ہت کے نقطہ نگاہ سے کیا جاوے۔ ایسے کاموں کے انجام کرتا کو چھو تک
نہیں سکتے۔ اس ڈھنگ سے کام کرنے والوں کی بدھی سم یا اڈول رہتی ہے۔
وہی دُنیا میں رہتے ہوئے کرموں کے دوند جال سے نیارے رہ سکتے ہیں۔
انہی سے ہی سچی سیوا بن سکتی ہے۔ بھگوان ارجن سے کہتے ہیں۔ اے ارجن تو
بھی اس بدھی یوگ کا آشرہ لے۔ جس سے تیری بھرمائی ہوئی بدھی اڈول
اچل ہو جائے اور تو پن پاپ اور دکھ سکھ سے پرے ہو کر پرم تت میں نیشٹھا والا

ہو تاکہ تیرے سارے کام نشکام یعنی پھل اچھا سے رہت ہوں ۔

لگی ہے جیسے عقل خالص کی دھن — یہیں چھوڑ دے گا سب پاپ پُن
کمایوگ تن من میں بس جائے یوگ — عمل میں ہنر ہو تو کہلائے یوگ

24.2.57

دوہا۔ چاہت ناہیں کرم پھل تے پنڈت دو بھاگ
کرم بدھ کو ڈار دے لیت مکت انوراگ (ادھیائے ۲ شلوک ۵۱)

بھاوارتھ۔ بدھی یوگ یکت گیانی مہاتما کرموں سے ہونے والے پھل کا تیاگ کر کے یعنی کرموں میں سے کرتا پن کی بدھی کا تیاگ کر کے مکتی روپی امرت پد کو پا جاتے ہیں۔

(تشریح) جب تک منش پر یہ راز نہیں کھلتا کہ وہ شریر نہیں ہے اس وقت تک وہ محض ایک دیہہ کو ہی اپنا آپ جان کر اپنے کو جنم مرن کے چکر میں قید جانتا ہے۔ اور نت بھے میں جیتا ہے واسنا کی ڈوری سے بندھا ہوا کولھو کے بیل کی طرح جنم مرن کے چکر کاٹتا ہے۔ نہ واسنا کی پورتی ہوتی ہے نہ شانتی ملتی ہے۔ نہ معلوم کب یہ اگیان شامل حال ہوا۔ کب واسنا نے دیہہ کی پراپتی کرائی اور پھر اسی کے چکر میں جیو ایسا غلطاں ہوا کہ نکلنے کا راہ نہیں پاتا۔ اس کی دوڑ ختم ہونے کو نہیں آتی۔ انیک کرم کرتا ہے۔ لیکن تسلی اور ترپتی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ ان کرموں سے ہونے والے دوند جال میں کچھ ایسا گرفتار ہو جاتا ہے کہ پاپ پن کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ قدم قدم پر سزا پاتا ہے۔ تکلیف برداشت کرتا ہے۔ لیکن آزاد نہیں ہو سکتا

جونہی وادیٔ روحانیت میں قدم رکھتا ہے اور ہوائے آزادی کے چند

سانس لیتا ہے۔ وویک اور ویراگ کے جھونکے اُس کو خواب غفلت سے بیدار کر دیتے ہیں۔ "میں کون ہوں" اور "یہ کیا ہے" کے سوالات وہ حل کرنے لگ جاتا ہے۔ شریر کی کھوج کرتا ہے اس کے آدا ورانت پر نظر ڈالتا ہے تو یقین کرتا ہے کہ یہ میں نہیں ہوں۔ اتنا چھوٹا اور اتنا گندہ۔ اتنا محدود اور اس قدر تچھ و نا چیز میں نہیں ہو سکتا۔ "میں" کے ساتھ موت کا بھی جوڑ میل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ "میں مر گیا ہوں"۔ انسان تخیل میں یا عالم خواب میں اپنے شریر کی مرتیو دیکھ سکتا ہے اور انو بھو کر کے جان سکتا ہے کہ وہ مرنے والی شے نہیں۔ کیونکہ اگر وہ کوئی مرت وستو ہوتا تو مرے ہوئے شریر کو نہ دیکھ سکتا۔ یا اپنے مرتک شریر کا خیال ہی کیونکر ہو سکتا۔ اس طرح سے وہ درشٹا ہو کر شریر کو درشیہ مان لیتا ہے۔ میں شریر نہیں ہوں۔ یہ اس کا انو بھو سدھ درڑھ نشچہ ہو جاتا ہے۔ اب کوئی ہزار پڑا کہے۔ اس کا یقین نہیں ٹوٹتا۔ اب وہ شریر کو ایک ناشوان وستو جان کر اس کی اتنی پرواہ اور چنتا نہیں کرتا۔ شریر کے بندھن اور دوند اس کو باندھ نہیں سکتے۔ اس کے کام شریر کے نکتۂ نگاہ سے نہیں ہوتے۔ اس دشا میں وہ بُدھی یکت پنڈت اور گیانی کرموں میں کرتا پن کی بُدھی نہیں رکھتا۔ کرموں کے پھل کا تیاگ کر دیتا ہے۔ اس میں نہ اب خودی ہے نہ غرض۔ وہ بیخود اور لاغرض ہے۔ شریر سے ناطہ توڑ کر کرموں کا بندھن چھوڑ کر جنم مرن کے چکر سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ یہی مکتی ہے۔ یہی آزادی ہے۔ اسی کو ٹکھ رکھ کر بھگوان نے ارجن سے کہا کہ اگر تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو بُدھی یوگ کا آشرہ لے۔ کیونکہ ؎

کہ سرشارِ دانش منی باعمل	کریں سب عمل چھوڑ کر ان کے پھل
جنم کے وہ بندھن سے آزاد ہیں	سرورِ ابد پا کے وہ دل شاد ہیں

دوہا۔ موہ سکھن کو جب تجے ارجن تیری بدھ
تب چاہے ویراگ کو چت میں کر کے شدھ (ادھیائے ۲ شلوک ۵۲)

بھاوارتھ۔ ہے ارجن جب تیری بدھی موہ روپی دلدل کو ترجاوے گی تب چت شدھی دوارا سننے یوگیہ اور سُنے ہوئے سے ویراگ کو پراپت ہو گی۔
(تشریح) گیتا کا اُپدیش ارجن کے موہ ناش کے نمت شروع ہوا ہے۔ بھگوان نے پہلے ارجن کو آتما اور شریر کا ویک کرایا۔ آتما کی اکھنڈتا اور امرتا کا بیان کیا۔ شریر کو آتما کا ایک غلاف یا کپڑا محض جتلایا۔ اور آتما کو نت پراتن اکھنڈ ابناشی نراکار نروکار تتو سدھ کیا۔ آتما اناتما کے اس گیان کو اُنھوں نے بُدھی یوگ کا نام دیا۔ اس کے بعد اسی گیان کے آدھار پر کرم کرنے کی ودھی کا ذکر کیا گیا۔ جس سے کرتا پن کی بُدھی ہٹ جائے اور تمام کام طبعی سوبھاوک اور سچے روپ میں نشکام ہوں۔ اسی کو بھگوان نے کرم یوگ نام دیا۔ پھر ان دونو کا مقابلہ کیا۔ اور بُدھی یوگ کو سریشٹ جتلا کر ارجن کو بُدھی یوگ کی شرن جانے کی رائے دی۔ اتنا اُپدیش ہو چکنے پر بھگوان پھر ارجن کے بھرم اور موہ کو لکھ رکھ کر کہتے ہیں کہ بدھی بھرمائی ہوئی ہے۔ اس سنسار میں جب جیو شریر دھارن کرتا ہے۔ تو شریر کے ساتھ کچھ ایسی یکتائی ہو جاتی ہے کہ بدھی اپنے آپ کو شریر ہی جاننے اور ماننے لگ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسی دیہہ ادھیاس سے ایک بہت بڑے بھرم جال کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اسی دیہہ ابھمان سے کرتا پن۔ کرتا پن سے واسنا۔ واسنا سے اچھا۔ اچھا سے من۔ من سے اندریاں اور اندریوں سے تمام لذات محسوسات روپی سنسار سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح بُدھی یا جیو کرم پھل دوند میں میں گرفتار رہ کر جنم جنمانتر میں واسناؤں کا غلام ہو کر نئے نئے شریر دھارن کرتا

ہوا کبھی نہ ختم ہونے والے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ جس کو آواگون کہتے ہیں۔ ویسے تو ہر سانس کا اندر آنا جنم اور باہر جانا موت ہے۔ گویا دم بدم زندگی اور موت ہو رہی ہے ہر روز کا جاگنا اور سونا بھی ایک طرح سے روزانہ کا جنم مرن ہے۔ ایک کامنا کی پورتی اور دوسری کی اُتپتی ہی جنم مرن ہے۔ یہ شریر ہر لحظہ تبدیل ہو رہا ہے پرانے اجزا تحلیل ہو کر نئے اجزا ان کی جگہ لیتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک پرکار سے آواگون کا چکر ہے اس طرح سے جیو آواگون کے چکر پر انادی کال سے چڑھا ہوا ہے اور دُکھ اُٹھا رہا ہے جسے یہ سُکھ روپ جانتا ہے وہ دراصل دُکھ روپ ہے۔ اور جو دراصل سُکھ روپ ہے اس سے یہ جیو بے بہرہ ہو گیا ہے۔ یہی موہ ہے۔ بھرم ہے۔ مایا ہے۔

اسی موہ کی طرف اشارہ کر کے بھگوان ارجن سے پہلے اُپدیش کا سارانش کے روپ میں کہہ رہے ہیں کہ جب آتم گیان دوارا پراپت کئے ہوئے آتم اناتم وویک سے تیری بُدھی موہ کے کیچڑ سے باہر نکل آوے گی۔ یعنی تمام الائشوں سے پاک ہو کر نت ترپت غنی اور آزاد ہو جاوے گی۔ شریر اندریاں سے سمبندھت سنسار سے اپنا کوئی تعلق نہیں دیکھے گی۔ اس وقت اس کو وہ آتم ویراگ کی دشا پراپت ہو گی جس میں ہرش ہے نہ شوک۔ جس میں دکھ ہے نہ سکھ۔ جہاں نہ یگانہ ہے نہ بیگانہ جو ست است سے پرے۔ نام روپ سے پاک۔ جنم مرن سے بے باک حالت بے خیالی ہے۔ جہاں کرتا ہے نہ کریا۔ گیاتا ہے نہ گئے۔ تمام ترپٹیوں سے فارغ سروپ یا ذات میں ستھتی ہو جائے گی۔ اس وقت تیری بُدھی سنی سنائی باتوں کی تقلید سے آزاد ہو جاوے گی۔ یعنی ان میں نہیں پھنسنے پاوے گی اور جو سننے کے قابل باتیں ہیں اور ابھی تک سنی نہیں گئی۔ ان سے بھی تو لاپرواہ ہو جائے گا۔ گویا تیرے چت کی چنچلتا کلھم ناش ہو پراپت ہو گی۔ اُنھوں نے کہا ہے

جو ہو عقل آزاد جنجال سے نکل جائے تو موہ کے جال سے

سنی بات سے بھی کرے احتراز   رہے ان سنی سے بھی تو بے نیاز

(دل محمد)

دوہا۔ تیری مت بیراگ میں استھر ہوئے جو میت
تب سماودھ میں جوگ لے ہوت سو نشچل چیت (ادھیائے ۲۔ شلوک ۵۳)

بھاوارتھ۔ جب تیری بدھی سُنی سنائی باتوں سے بھرمائی ہوئی موہ روپی کیچڑ سے نکل کر بیت راگ دشا کو پراپت ہوگی۔ اتھوا ویراگیہ میں قائم ہو جائے گی۔ اس وقت تجھے بدھی کی سمتا اور چت کی نشچلتا روپی سمتو یوگ کی پراپتی ہو گی۔

(تشریح) جب ہم نے دیہہ دھارن کی اور اس سنسار میں قدم رکھا تھا۔ اُس وقت ہمارا کوئی نام نہیں تھا۔ کوئی حسب نسب نہیں۔ کوئی ذات جماعت فرقہ۔ مذہب قوم کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم ان تمام علتوں سے فارغ تھے۔ یہ نام حسب نسب ذات فرقہ مذہب وغیرہ جوں جوں ہم سنتے گئے اور دل میں انھیں مانتے گئے یہ ہمارے لئے سچ مچ موجود ہو گئے۔ ہمارا اپنا آپ ان نام روپوں کی قید خیالی سے مقید ہو گیا۔ اور ایک حد میں آ کر کل سے جزو بن گیا۔ خدا سے بندہ بنا بندہ بن کر اپنی ہی سنی سنائی باتوں کے جنجال میں گرفتار ہو کر اس قدر عاجز ہو گیا کہ اپنی خوش حالی اور فارغ البالی کے لئے دعائیں مانگنے لگا۔ اپنے سے غیر کسی دیوتا کو معبود مان کر اپنی منوکامنا کی پورتی کے لئے گڑگڑانے لگا۔ مرادیں بر آنے پر خوش اور ناکامیوں پر افسردہ حال ہوا۔ نہ جانتا ہوا کہ اس کی تمام کامرانیاں اسی کے یقین کامل کا نتیجہ ہیں۔ وہ شرک یا کفر یعنی دویت اور غیریت کو اور بھی پختہ کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ عمر وفا نہیں کرتی۔ عاجزی پریشان حالی میں دم

توڑتا ہے۔ یہی سنی سنائی باتوں سے موہت یا بھرمائی ہوئی بُدھی کی دشا ہے جس میں سب پرانی گرفتار ہیں اور نکل نہیں سکتے۔ جس طرح سور کیچڑ میں لت پت ہو کر بھی وہیں لیٹتا ہے اور خوب مستیاں کرتا ہے اس کا تیاگ نہیں کرنا چاہتا۔ اسی طرح جیو بھی ایک دفعہ بھرم میں پڑ کر پھر اس سے نکلنے کا نام نہیں لیتے۔ یہی مایا ہے۔

بھگوان ارجن کو اسی بات کو صاف صاف لفظوں میں بیان کر رہے ہیں کہ جب تیری بُدھی موہ اور بھرم سے چھوٹ پاوے گی۔ اس وقت تجھے ویراگیہ کی دشا پراپت ہوگی۔ پھر تو سنسار کے تمام پدارتھوں اور نیز اپنے شریر سے راگ۔ محبت یا موہ نہیں رکھے گا۔ تو ان سے نیارہ اداسین رہے گا۔ اس وقت تیرا انتہ کرن شدھ ہوگا۔ اس میں واسنا اور خواہشات کی میل ڈھل جائے گی۔ جس سے تیرا من سنکلپ وکلپ سے رہت ہو کر نشچل ہوگا۔ بدھی سم یعنی اڈول رہے گی۔ کرنے اور نہ کرنے کی ادھیڑبن ختم ہو جاوے گی۔ ممتا سے رہت اور سمتا میں ستھر بُدھی اس حالت کو پراپت کرے گی جسے سمتو یوگ کہا ہے۔ اس وقت تو قید جزویت اور تقاضائے بشریت سے آزاد ہو کر مسندِ الوہیت پر صدر نشیں ہوگا۔ جہاں من اور بانی نہ پہنچ کر واپس لوٹ آتے ہیں۔ وہ مقام جس کو حاصل کر کے دوبارہ لوٹنا نہیں ہوتا۔ جس سے آواگون کا چکر سدا کیلئے ختم ہو جاتا ہے۔ تمام کرم وگدھ ہو کر بھنے ہوئے بیجوں کی طرح پھل دینے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ شریر عقل گگ کی ایک لگی بن جاتا ہے۔ ہر کام خدائی کام ہوتا ہے۔ جیسا خیال کرتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ ست کام اور ست سنکلپ۔ اپنے آپ میں ہی کریڑا کرتا ہے۔ اپنے آپ میں ہی نت ترپت رہتا ہے اور اپنے میں ہی رت۔

اس لئے ہے پیارے سکھا یہ بھائی بندھوؤں کا موہ چھوڑو۔ اور اپنے پرائے کے مرنے مارنے کا شوک کواچت نہ کرو۔ اٹھو ہمت کرو۔ میں نے تمہارے لئے امرت کے بھنڈار ہی کھول دئے ہیں۔ غٹاغٹ پی جاؤ اور پھر جو چاہے کرو

پریشاں خیالی سے پائے سکوں ۔۔۔ مقدس صحیفوں کا گم ہو فسوں
سمادھی سے قائم ہو دل ذات میں ۔۔۔ تو حاصل ہو پھر یوگ ہر بات میں

8.3.57

دوہا۔ جاں کی نشچل بُدھ ہے تاں کو چِن بتائے
کیسے بولت رہت کیونکر چلت جیوں کہہ بھائے ۔۔۔ (اشلوک ۵۴)

بھاوارتھ۔ ارجن نے پوچھا۔ اے کیشو۔ سمادھی میں ستھت ٹھہری ہوئی بُدھی والے پرش کے چِن (نشانیاں) بتادیں۔ وہ کیسے بولتا ہے۔ کیسے رہتا ہے اور کیونکر چلتا پھرتا ہے۔

(تشریح) جب بھگوان کرشن نے آتم گیان کا اُپدیش دیکر آتما اور اناتما کا ودیک کرایا بُدھی یوگ اور کرم یوگ کی ویاکھیا کی اور کرم سے بُدھی یوگ کو سریشٹ بتلایا۔ اور پھر ارجن سے پریرنا کی کہ تو بھی اسی بُدھی یوگ کی شرن میں جا۔ تاکہ تیری بُدھی موہ روپی پاش سے آزاد ہو سکے۔ چت شدھی دوارا ویراگیہ کی تجھے پراپتی ہو۔ اسی ویراگیہ کی ستھرتا سے تجھے یوگ سمادھی اور بُدھی کی نشچلتا پراپت ہوگی۔ بدھی یوگ اور بُدھی کی ستھرتا کی اتنی مہاسن کر قدرتی طور پر ارجن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جن لوگوں کو ایسی دشا پراپت ہوئی ہے۔ جو گیانوان عارف اپنی بُدھی کو ستھر کر چکے ہیں۔ جنھوں نے بُدھی یوگ کا آشرہ لیکر من کو شانت کیا ہے۔ جن کی اتنی

تعریف ہو رہی ہے۔ اُن کے کچھ لکشن تو دریافت کروں کہ وہ کیونکر بات چیت کرتے ہیں۔ اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اُن کا دیوہار کیسا ہوتا ہے۔ ان کا طرز زندگی عام لوگوں کا سا ہے۔ یا بھِن ہے۔ لہذا اس نے بھگوان سے یہی سوال کر دیا ہے کہ مہاراج جس ستھر بدھی کی اتنی تعریف کر رہے ہیں۔ ذرا ان پرشوں کے لکشن تو بتا دیں۔ جن کو ایسی ستھتی حاصل ہوئی ہے تاکہ ان کو پہچان سکوں۔ یا آپ کی بات کا دل کو یقیں آجائے۔ اس نے کہا ؎

پھر ارجن نے پوچھا بھگوان سے ۔۔۔ سمادھی میں دل کو جو قائم کرے
ہے اس قائم العقل کا کیسا چلن ۔۔۔ ہو کیا بود و باش اسکی کیسا سخن

(دل محمد)

دوہا۔ جوئی من میں کامنا تن کو تجے جو کوئی
آتم سیوں سنتوش گہہ نشچل بُدھ سو ہوئی (۲۔۵۵)

بھاوارتھ۔ جو بھی پُرش من میں بسنے والی تمام کامناؤں کا تیاگ کر دیتا ہے۔ اور اپنے آپ ہی آپ سے سنتوش کو پراپت ہوتا ہے۔ وہ ہی ستھر بُدھی والا کہا جاتا ہے۔

(تشریح) ارجن کا سوال سن کر بھگوان بہت پرسن ہوئے۔ جس طرح کوئی استاد اپنے شاگرد کو محنت کرتا ہوا دیکھ کر اس کے پڑھائے ہوئے سبق کو اچھی طرح یاد کر لینے پر خوش ہوتا ہے بھگوان نے بھی جانا کہ اُن کا پرم سکھا اور متر ان کے وچنوں امرت روپی وچنوں کو پان کر کے اگھاتا نہیں۔ اس کی بدھی ان پر وچار کر رہی ہے۔ اور اس کے دل پر ان کا اثر ہو رہا ہے۔ لہذا اس پرستنا سے اب بھگوان گیانوان عارف یا محقق کے لکشن بیان کریں گے۔

ارجن نے اپنے سوال میں سمادھی میں استھت پُرش کے لکشن پوچھے ہیں کہ وہ کیونکر بولتا ہے۔ کیسے چلتا پھرتا ہے۔ گویا اس کا دیوہار کیسا ہوتا ہے۔ اس سے یہ جان پڑتا ہے کہ گیتا کو یہاں پتنجل کے دھیان یوگ کی سمادھی میں قائم پُرش کے لکشن بیان کرنا مقصود نہیں۔ کیونکہ دھیان یوگ کی سمادھی میں منش اپنے شریر تک سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس کے ویوہارک لکشن کیسے بتائے جاویں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہاں سمادھی سے مراد دھیان سمادھی نہیں۔ جو ایک کال میں مریادت روپ سے ہو سکتی ہے۔ جو آدا ور انت والی۔ وقت کی قید میں ہے۔ بلکہ وہ سہج اوستھا ہے۔ جو گیان یا بُدھی یوگ کے ذریعہ منوناش اور واسنا کھشے کر کے پراپت ہوتی ہے۔ جو ایک بار پراپت ہو جانے پر سدا کے لئے ہر وقت قائم رہتی ہے۔ جو وہ پرم دھام ہے جہاں پہنچ کر پھر واپس لوٹنا نہیں ہوتا۔ جو برہم انوبھو یا آتم ساکشاتکار کی چرم سیما ہے۔ جہاں آتم دیو روپی راجہ سمتا روپی سیج پر آنند روپی نیند کے خراٹے لیتا ہے۔ ایسی سہج سمادھی میں قائم پُرش کے ویوہار کے متعلق یہ سوال کیا گیا ہے۔

بھگوان نے ایسے پُرش کے دو لکشن یہاں بتائے ہیں۔ (۱) کامنا تیاگ یعنی جس نے اپنے من کو سرو پرکار کی کامناؤں سے خالی کر دیا ہو۔ یعنی اس کو کسی قسم کی خواہش ہی نہ ہو۔ جیسے بلھا شاہ نے کہا۔ ع "بیریں پائے زنجیر بے خواہشی دی۔ اس نفس نوں قید کر ڈارئے جی۔" یعنی اس خودی من کے پاؤں میں بے خواہشی کی زنجیر ڈال کر قید کر ڈالیں۔ اب غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ خواہش دو قسم کی ہو سکتی ہے۔ یا نیک یا بد۔ ایشور کی راہ پر چلنے والے مسافر کے لئے بد خواہشات کا تیاگ تو ضروری ہے ہی اس کے ساتھ نیک خواہشات کا اختیار کرنا بھی لازم ہے۔ حتیٰ کہ جگیا سو نیک خواہشات کا مجسمہ ہی بن جاوے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ کیونکہ بھگوان یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ وہی انسان قائم العقل ہو سکتا ہے۔

جس نے دل سے ہر قسم کی خواہش کو تیاگ کر دیا ہے۔ اس کا مطلب نیک و بد دونو قسم کی خواہشات کا تیاگ بتلایا گیا ہے۔ کیوں۔ اس لئے کہ خواہشات کیا نیک اور کیا بد بذریعہ علت فاعلیت کرتا پن کے بھاؤ سے کی جاسکتی ہیں جب تک کوئی پرلوک کامنا ہمارے کرتا پن کو ابھارتی رہتی ہے۔ ہم کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ جو کام محض خود غرضی سے کئے جاتے ہیں وہ بد کام ہیں۔ ان قابل ترک کاموں کی ڈگریاں مقرر کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ہم اپنے نج کے لئے کوئی ایسی اچھا کرتے ہیں۔ جس سے دراصل نہ تو ہمارا ہی سچا فائدہ ہے۔ ظاہرا طور پر کچھ سکھ کی پریتتی ماتر ہوتی ہے اور نہ کسی دوسرے کا فائدہ ہے۔ بلکہ دوسروں کا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے ایسی خواہشات اور کام بدترین ہیں جس میں ہمارا فائدہ تو ضرور متصوّر ہے۔ لیکن دوسرے کا نقصان کر کے ہوتا ہے۔ ایسی خواہشات بدتر ہیں۔ جس میں صرف ہمارا ذاتی فائدہ ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی اس میں نہ بھلائی ہے۔ نہ بُرائی۔ یہ محض بد خواہش ہے۔ آپ حیران نہ ہوں کہ ایسی خواہش جس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں۔ بد کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اس کا کارن یہ ہے۔ ایسی حالت میں انسان کے دل و دماغ صرف اپنے لئے ہی سوچ رہے ہوتے ہیں۔ یہ اُن کی بہت سکڑی ہوئی سنکُچت دشا ہے۔ جو ایک خطرناک بیماری ہے۔ اسی سے اس بیماری کے بڑھ کر بدتر اور بدترین خواہشات میں گر جانے کا امکان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لہذا یہ اشبھ واسنا یا بد خواہش بالکل قابل تیاگ ہے۔

اب نیک کاموں سے بھی کرتا پن یا اہنکار پختہ ہو جاتا ہے۔ جو کہ آخر کار گراوٹ کا باعث ہو جاتا ہے اشبھ اور شبھ واسناؤں کو لوہے اور سونے کی زنجیروں سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ دونو ہی باندھنے والی ہیں۔ ہر کرم کا ایک پھل ہوتا ہے۔ ہر کریا کی ایک پرتی کریا ہے۔ ہر ایکشن کا ری ایکشن ہوتا

ہے۔جب تک من کے اندر کوئی خیال یا سنکلپ پُھرتا رہتا ہے۔ من کی دشا اشانت اور وکشپت رہتی ہے۔ من رجوگن کا سروپ ہے۔حرکت اس کا کام ہے لیکن بُدھی ستوگن سروپا ہے۔جب تک بدھی میں کرتاپن کا بھاو درڑھ ہے۔من تصور پر تصور اُٹھاتا ہے۔بُدھی اڈول نہیں رہ سکتی۔ستھر نہیں کہلا سکتی۔اسلئے ستھر بُدھی والے پرش کے لئے بتایا ہے کہ وہ نیک و بد شبھ و اشبھ دونو ؔ ں کی کامنا کا تیاگ کئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس وشے میں ایک اور بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ منو ناش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ من کی شکتیوں کا ناش کر دیا جاوے۔بلکہ من کو بُدھی کے آدھین کر دینا۔ بُدھی کے ساتھ ایکتا۔جب بُدھی کوئی مسئلہ یا معمہ پیش کرے۔ من اس پر سوچ وچار کرے۔جب بُدھی حکم دے تو سوچ بچار کا دفتر بند ہو جاوے یہی من کا بُدھی میں لین ہونا ہے۔یہی سچا منو ناش ہے۔

اب کسی کو یہ بھرم ہو سکتا ہے کہ من سے کامنا کو نکال دینے پر زندگی میں آنند ہی نہیں رہے گا۔سب کچھ پھیکا پھیکا معلوم دیگا۔کیونکہ ان کے خیال میں کامنا کی پورتی سے جو سکھ پراپت ہوتا ہے وہ پھر پراپت نہیں ہوگا۔یہ بھی ایک بھول ہے۔کیونکہ کامنا یا خواہش کے پورا ہونے سے جو آنند ملتا ہے۔ وہ دراصل خواہش کے خاتمہ یا کامنا ناش سے ہی ایک طرح ملتا ہے۔کیونکہ جب تک کامنا بنی رہتی ہے۔دل بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔ایک آگ سی لگی رہتی ہے اور خواہش کے مٹ جانے کے بعد بے چینی دور ہو جاتی ہے۔بے قراری نہیں رہتی۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرار یا چین وستو پراپتی یا اِچھا پورتی سے ہوں۔ذرا گہرا غور کرتے سے یہ بات سمجھ میں آجاوے گی کہ شانتی اور آنند کا کارن کامنا نہیں بلکہ اس سے خلاصی یعنی بے خواہشی ہے۔مثال کے طور پر ایک آدمی

کو پیاس لگی۔ اس نے رسّی لوٹا لیا۔ کوئیں پر گیا۔ پانی نکالا اور پیا۔ پانی پینے سے پیاس بجھ گئی۔ پیاس نے جو تڑپ اور جلن اس کے اندر پیدا کردی تھی۔ وہ پانی نے رفع کردی۔ پیاس لگنے سے پہلے جو آنند یا شانتی حاصل تھا وہ اُسے پھر میسّر ہو گیا۔ گویا پیاس یا پانی کی خواہش نے اسے ڈھک دیا تھا یا یہ کہ اشانتی میں تبدیل کر دیا تھا۔ خواہش کے بیچ میں سے دور ہو جانے سے شانتی ملی۔ اب ایک دوسرے آدمی کو جس کو پیاس نہیں لگی۔ جس نے محنت بھی نہیں کی۔ پانی نہیں پیا۔ اس کو پہلے ہی وہ سب قرار حاصل ہے۔ پیاسے کی پیاس مٹ جانے پر جتنا آنند اُس کو ملا۔ تریت بنا پیاس والے کو وہی آنند پہلے ہی حاصل ہے۔ کیونکہ خواہش نے اس کے آنند اور قرار کو بھنگ نہیں کیا۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ من سے کامنا کو تیاگ دینے پر جیون پرانند اور پھیکا نہیں ہو جائیگا۔

واسنا کا تیاگ چار طرح سے ہو سکتا ہے (۱) کرم یوگ کا ڈھنگ۔ یعنی اپنی اچھا اور کامنا کو دیاپک روپ دینا۔ مثلاً گاؤں میں کوئی ڈاکٹر یا وید کے نہ ہونے سے ہم بیماری کے وقت تکلیف محسوس کرتے ہیں اپنے لئے دوائی وغیرہ کی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے ہم گاؤں میں ایک دواخانہ کا انتظام کر دیں۔ جس میں ہماری ضرورت کے ساتھ ساتھ باقی عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ یہ ہم نے اپنی کامنا کو دیاپک روپ دیکر نہ صرف اس کو اپنے لئے پورا کر لیا۔ بلکہ اس کا سچا تیاگ کر لیا۔ جو اچّھا ہم اپنے لئے رکھتے ہیں۔ اسی کو ہم سارے سماج کے ہت کے لئے پورا کر دیں تو وہی یگیہ روپ ہو جاوے گی۔

(۲) دھیان یوگ کا ڈھنگ۔ اپنی خواہشوں کا اچھی طرح امتحان

کر کے سب سے پر بل اِچھا کو جان لیں۔ باقی تمام خواہشات کا خیال چھوڑ کر صرف اسی ایک واسنا پر دھیان جماویں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ باقی چھوٹی موٹی خواہشات اپنے آپ مر جاویں گی۔

(۳) گیان یوگ کا پرکار۔ اس میں ستھول واسنا کو چھوڑ کر سوکشم واسنا کو گرہن کرنا ہوتا ہے۔ اگر آرائش کا شوق ہو تو وہ اپنے من انترکرن کو آراستہ کرے۔ اپنے ہردے کو شبھ گنوں سے سجائے۔ یا پرتی پکش بھاونا کا طریقہ۔ یعنی نفرت کی جگہ محبت کا ابھیاس کرے۔ کرودھ کو دیا سے جیت لے مثلاً اگر لذیذ اشیا کھانے کا شوق زیادہ ہو تو غذا کو سادگی طرف لے جاوے اور من میں اس قسم کے سوکشم بھاو پیدا کرے کہ کھانا زندگی کے واسطے ہے نہ کہ جینا کھانے کے واسطے۔ اس سے کھانے میں لذت کا شوق کم ہو جاوے گا۔ اس کے علاوہ اپنا ذاتی ساکشی پن قائم رکھے۔ شریر سے بھن ہو کر برتے۔ خواہشات کا دمن ہو گا۔

(۴) بھگتی یوگ کا ڈھنگ۔ اس میں واسنا کو شبھ اور اشبھ دو حصوں میں تقسیم کر کے اشبھ کا تیاگ کیا جاتا ہے اور شبھ کا گرہن۔ شبھ واسناؤں کو اپناتے ہوئے من آہستہ آہستہ شدھ ہو جاوے گا۔ اور واسنائیں اپنے آپ شانت ہو جاویں گی۔ اس طرح گیتا شبھ اشبھ ہر پرکار کی کامنا کا تیاگ سکھلاتی ہے۔ لہذا بھگوان کا کہنا ہے کہ ستھر بدھی پرش کا پہلا لکشن یہ ہے کہ اس کا انترکرن ہر قسم کی خواہش کی آلائش سے پاک ہو۔ دوسرا لکشن یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں سنتشٹ ہو۔ یہ دونوں گن آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ جس کی واسنائیں مٹ چکی ہیں۔ وہ خواہ مخواہ اپنے آپ میں سنتشٹ اور شانت ہو گا اور جو اپنے میں شانتی اور سنتوش کا لابھ کرنے والا ہے اس میں کوئی واسنا

یا کامنا اٹھ نہیں سکتی۔ یہاں برہم گیان کے جگیاسوؤں کو یہ بات خاص طور پر نوٹ کر لینی چاہیئے۔ کہ واسنا یا کامنا ہی ہماری جیو گتی کا کارن ہے۔ واسنا کا ناش کئے بغیر شانتی نہیں مل سکتی جن کو سہج اوستھا پراپت کرنی ہے۔ انھیں ضرور اس واسنا روپی راکشسی سے اپنا پلّہ چھڑانا ہوگا اور نیز اپنے آپ میں سنتشٹ رہنے کا ابھیاس کرنا ہوگا۔ اس کے لئے آتما اناتما کا وویک۔ اور اپنا درشٹا پن دھیان میں رکھ نت اپنے سروپ میں ستھت ہونے کا ست پرتین کرتے رہنے سے یہ دونوں گن جلدی سِدّھ جاویں گے۔ اس لئے گیتا کہتی ہے ؎

تو بھگوان بولے جو ہو محوِ ذات	جو من سے کرے دُور سب خواہشات
رہے جس کا دل روح سے مطمئن	اسی فرد کو قائم العقل گن

(ل ل) 12.3.57

دوہا۔ دُکھ کو تج بھاجے نہیں سکھ چاہے نہیں چت
تجے نیہہ اور کرودھ بھے۔ نشچل بُدھ سومیت (۲۔ ۵۶)

بھاوارتھ۔ جس پُرش کے ہردے میں سُکھ کی چاہ نہیں اور دُکھ پراپتی میں بھاگتا نہیں ارتھات گھبراتا نہیں۔ راگ بھے اور کرودھ کا جس نے مکمل طور پر تیاگ کر دیا ہے وہی ستھر بدھی پرش کہا جاتا ہے۔

(تشریح) پچھلے شلوک میں ستھت پرگیہ کے دو لکشن بتائے گئے۔ (۱) جس نے تمام کامناؤں کو اپنے دل سے باہر نکال دیا ہو (۲) جو اپنے آپ میں سنتشٹ ہو۔ اس شلوک میں کچھ اور لکشن بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اے پتر۔ بُدھی یوگ یکت پرشوں کا ہردہ بہت وشال ہوتا ہے اور من شانت شریر کے ادھیاس سے وہ اس قدر مکت ہوتے ہیں۔ گویا ان کے شریر کا کبھی سمبندھ ہوا ہی نہیں۔ شریر

اور اس سے سمبندھت سنسار۔ ان کے لئے خواب سے بہتر کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ انتہ کرن یا سوکشم شریر کے بھی وہ ساکشی اور درشٹا بن کر قائم بذات خود رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ اچھی طرح نشچہ کر لیا ہے کہ اس ساری رچنا میں ۵ مہا بھوت جو سو بھاو سے ایک دوسرے کے وِرودھی ہیں۔ مل کر کام کرتے ہیں۔ اور اُن کا توازن کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ جس سے اس جسم خاکی میں انیک پرکار کی تبدیلیاں اور وکار نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً بھوک پیاس صحت، علالت جنم مرن۔ دُکھ سکھ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باری باری آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ہم ان سے نیارے ان کو جاننے والے دیکھنے والے چیتن ہیں۔ ہم ان کو جانتے ہیں۔ یہ ہم کو نہیں جانتے اس لئے یہ سب جڑ ااست ہیں۔ پھر وہ بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس درڑھ نشچہ پر پہنچے ہیں کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ قانون قدرت کے عین مطابق اور معقول ہے جس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں اور قانون اس قدر مکمل اور سخت ہے جس میں کسی قسم کی رعایت اور چھوٹ ناممکن ہے۔ اس کو ذاتیات اور شخصیت کی ذرا پرواہ نہیں۔ روانئے دریا کی طرح مسلسل رواں دواں چلا جا رہا ہے جو اس کو مان کر چلتے ہیں وہ اس پر سواری کرتے ہیں اور جو اس کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا اپنی احمقانہ چال سے اس قانون کے راستہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ وہ کچلے جاتے ہیں۔ اسی لئے راضی برضا رہنے میں ہی وہ اپنی سلامتی دیکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک تیسری نظریہ بھی ہے کہ دُکھ سکھ مان اپمان جنم مرن ہرش شوک۔ راگ دویش اتیادی دوند تمام کے تمام انتہ کرن کے دھرم ہیں۔ ہمارے نہیں۔ انتہ کرن کے دھرموں سے ہم دھرمی نہیں ہو سکتے۔ دُکھ سکھ روپی برتیاں جو انتہ کرن میں اُٹھتی ہیں۔ اُن کا پربھاو انتہ کرن تک ہی محدود رہتا ہے۔

لہذا ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اس سمجھ کی بدولت اور مندرجہ بالا نظریہ کی مدد سے جو پرش دُکھ سے دکھی نہیں ہوتا اور نہ گھبراتا ہی ہے۔ بلکہ حوصلہ سے اُسے سہن کرتا ہے۔ یا برداشت کرتا ہے اور جب سکھ آپراپت ہوں تو خوشی سے پھول نہیں جاتا بلکہ اس وقت بھی وچار اور سہن شیلتا سے کام لیتا ہے۔ اُداسین برتی میں رہتا ہوا دُکھ سکھ سے نیارا برتتا ہے۔ سکھوں کی لالسا سے کوسوں دور۔ وہ ستھت پرگیہ ہے۔ نشچل بُدھی والا ہے۔ یہ تیسرا لکشن ستھر بُدھی پرش کا ہوا۔ یعنی دُکھ میں دھیرج سے کام لیتا ہے۔ اور سکھ میں من کو روک کے رکھتا ہے۔ سکھ میں اس کو لپت نہیں ہونے دیتا۔ دُکھ سکھ سے نرلیپت رہ کر اپنی بُدھی کو وہ سم یا اڈول رکھ سکتا ہے۔

جن کے ہردے کے اندر کوئی کامنا ہوتی ہے انہی کو اس کے پھل سروپ موہ یا راگ اُتپن ہوتا ہے۔ منو کامنا کے وِرودھ کی دشا میں کرودھ آگھیرتا ہے۔ اور وستوؤں کے سنیوگ میں ویوگ کا ڈر لگا رہتا ہے۔ مان لو ہم کسی پریہ وستو کی اچھا رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اس وستو کا راگ ہو گا۔ راگ کی وجہ سے ہم دن رات اسی کا چنتن آدکرتے ہیں۔ اس کی پراپتی میں ہرش ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی نے روڑا اٹکایا۔ یا خواہش پوری نہ ہوئی تو دویش بُدھی جاگرت ہو آتی ہے۔ جس سے کرودھ کی ورتی اُٹھتی ہے۔ سپھلتا ہو گی یا نہیں۔ کوئی وگھن تو نہیں پڑ جائیگا ہم دیکھتے ہیں۔ ہر سکھ کا انت دُکھ ہے۔ اس لئے سکھوں کی پراپتی میں انھوا خواہشات کے پورا ہونے میں بھے شامل حال رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں واسنا ہو گی وہاں راگ دویش کرودھ اور بھے بھی ہوں گے۔ اور جنھوں نے خواہشات پر قابو پا لیا ہے۔ انھوں نے گویا راگ کرودھ اور بھے کو بھی تیاگ دیا ہوا ہے۔ اس لئے ستھر بُدھی کا یہ چوتھا لکشن ہے کہ وہ راگ کرودھ اور بھے سے پورن

روپ سے مکت ہوتا ہے۔ جیسا کہ بھگوان نے کہا ہے سے

جو سکھ سے سکھی ہو نہ دُکھ سے دُکھی — نہ خوف اس کو آئے نہ غصہ کبھی

نہ جذبوں کے جنجال میں آئے وہ — مُنی قائم العقل کہلائے وہ

(دل)

دوہا۔ نیہہ نہ کاہو سون کرے نہ بھلے برے کی چاہ

بھلے برے سیوں کاج نہیں تھر بدھی لکھئے تاہ (۲۔ ۵۷)

بھاوارتھ۔ جو پرش سنیہ رہت ہے۔ شبھ اتھوا اشبھ کو پراپت ہو کر نہ پرسن ہوتا ہے نہ دویش کرتا ہے۔ اسی کی بُدھی ستھر ہے۔

(تشریح) اب تک گیان یوگی یا سہج سمادھی میں قائم انسان کے مندرجہ ذیل چار لکشن بیان ہوئے ہیں۔ (۱) جن کے من سے تمام کامنا کا انت ہو چکا ہے۔ (۲) جو اپنے آپ میں پرسن اور سنتشٹ ہیں۔ (۳) سکھ کی خواہش نہیں کرتا اور دُکھ سے گھبراتا نہیں اور (۴) راگ کرودھ اور بھے کو جس نے بالکل تیاگ دیا ہے۔ پانچواں لکشن یہ ہے کہ وہ سنیہ رہت ہوتا ہے۔ "نیہ نہ کاہو سے کرے" وہ کسی سے راگ یعنی موہ نہیں کرتا یہ کیونکر ہوتا ہے۔ دیکھئے۔ وہ آتما کو ایک ادویت نت شدھ درڑھ نشچہ کر چکا ہے۔ اور شریر کو چھن بھنگر مانتا ہے۔ جو ہر گھڑی ناش کی طرف جا رہا ہے۔ اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے۔ ہماری حالت "موت کے مُنہ میں پڑے ہوئے جینے کی اِچھا کرنا" ایسی قابل رحم ہے جس طرح اس مینڈک کی جو کہ خود تو سانپ کے مُنہ میں ہو اور چھروں کو شکار کرنے کی فکر کر رہا ہو۔ ہمارے شریر کی مشین کا سارا دارومدار صرف دم کے آنے جانے پر منحصر ہے۔ جب دم باہر جاتا ہے موت ہو جاتی ہے وہی واپس

آتا ہے تو زندگی آجاتی ہے ہر لمحہ ہم موت کی گود میں جاتے ہیں اور کوئی وقت مقرر نہیں کہ کس وقت یہ سانس واپس نہیں لوٹیگا۔ اور یہ سندر کایا مٹی کا ڈھیر ہو کر گر پڑے گی۔ لوگ اسے جلادیں گے یا گاڑ دیں گے یا پانی میں بہادیں گے۔ جب یہ حالت ہے تو کون کس کا ہے۔ تمام عیالداری۔ گرہستی قبیلہ رات کے خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس وقت خواہ یقین نہ آئے لیکن بوقت موت ٹھیک یہی انو بھو ہو گا۔ جن کو ہم اپنا بندھو اور متر جان کر ان کے موہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور اُن کے سنیہ وش ساری عمر بار برداری کا کام کرتے ہیں۔ اور اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ اس پر بھی تو غور کرنا چاہیئے۔ وچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سینما کے پردہ پر دوڑتی پھرتی ناچتی گاتی تمام تصویریں عکس محض ہیں کوئی ہستی حقیقی نہیں رکھتی۔ اور آپس میں بھی اُن کا کوئی سمبندھ نہیں۔ سوائے اس کے ایک ہی پرکاش سے پرکاشت ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے اردگردان جیتی جاگتی تصویروں کو دیکھ کر بھول نہ جائیں کہ یہ بھی محض عکس ہیں اور ایک ہی مصالحہ سے بنائی گئی ہیں اور ایک ہی پرکاشک شکتی سے پرکاشمان ہو رہی ہیں۔ دیگر ان تمام شریروں کے پردہ انہا مپر آنے سے پہلے بالکل بے خبری ہے ہم اپنے کہ و دیگر رشتہ داروں کو کہاں سے آئے ہیں۔ نہیں جانتے۔ اسی طرح موت کے بعد یہ کہاں چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی محض بے خبری ہے۔ درمیان میں جو تماشا نظر آتا ہے۔ وہ بھی سوائے بے خبری کے کیا ہو سکتا ہے۔ صحیح خبر اس کی بھی کسی کو نہیں۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر کسی نے بیان کر دیا ہے۔ لہذا یہ تمام رشتے ناطے فرضی ہیں۔ ست نہیں ”نہ کوئی ہمارا۔ نہ ہم کسی کے“ والا معاملہ ہے۔ جب یہ وچار درڑھ ہو جاتے ہیں۔ تب کوئی بھی منن شیل پرانی موہ

جیسے عذاب میں گرفتار نہیں ہو سکتا ہے۔ یعنی جو موہ یا سنیہ رہت ہے۔ وہی بدھی یوگ یکت ہے۔

چھٹا لکشن یہ ہے کہ وہ شبھ کو حاصل کر کے خوش نہیں ہوتا۔ اور اشبھ کو پا کر دُکھی نہیں ہوتا۔ ہم عام انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ ہر ایک کی کچھ اشیا مرغوب ہیں کچھ نامرغوب۔ کچھ موافق ہیں تو کچھ ناموافق۔ مرغوب اور موافق تو مطلوب ہوتی ہیں اور نامرغوب اور ناموافق غیر مطلوب۔ مطلوب اشیا کے ملنے سے ہر ایک کو خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اشیا میں راگ ہوتا ہے اور غیر مطلوب اشیا سے ہمارا دویش ہوتا ہے۔ ہم اُن کو نہیں چاہتے۔ ان کی پراپتی ہمارے واسطے باعث غم و تکلیف ہوتی ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ لیکن گیانی، عارف لوگ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ آؤ اب ان کی درشٹی ملاحظہ کریں۔ وچار کر کے وہ جانتے ہیں کہ تمام پدارتھ آگمایائی ہیں۔ است ہیں۔ جیسے نظر آتے ہیں ویسے نہیں ہیں۔ ہمارا سکھ اور آرام ان سے تعلق نہیں رکھتا۔ موافق معلوم ہونے پر بھی وہ ان سے راگ نہیں کرتا اور ناموافق پدارتھوں سے دویش نہیں کرتا۔ جس طرح آب سراب کو جب ایک دفعہ بدیہی جان لیا کہ یہ ریت ہے پھر چاہے وہی ریت پانی بن کر چمکا کرے۔ ہم اس سے دھوکا نہیں کھاتے۔ موافق ہوتے ہوئے بھی ہم اس سے راگ برتی اتپن نہیں کرتے۔ اسی طرح جب اپنی آنکھوں سے روشنی کی مدد سے جان لیا کہ یہ لکڑی ٹھونٹھ ہے چور نہیں تو پھر کتنا ہی اندھیرا کیوں نہ ہو ہم اس سے بھے نہیں مانتے۔ نہ دویش بدھی ہی رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح بذریعہ چشم دانش عارف لوگوں نے اس سارے جگت کے پدارتھوں کی شریر سمیت کھوج کی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب مرگ ترشنا کے جل کی طرح محض نمود ہے بُود نہیں رکھتے۔ اسی میں سانپ کی طرح اپنے اپنے

ﻣﻦ کی کلپنا ہے۔ لغزش خیال ہے۔ اس لئے ایسے خیالی پدارتھوں میں راگ دویش کی بدھی نہیں رکھتے۔ اسی لئے وہ ان میں شبھ اشبھ یا نیک و بد کی تفریق بھی بھی عام لوگوں کی طرح نہیں کرتے اور جوں جوں اس شاریرک یاترا میں ان کو دُکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ یعنی موافق اور منافق حالات درپیش آتے ہیں تو وہ اپنے گیان بل سے دُکھی سکھی نہیں ہوتے۔ اشٹ پدارتھوں کی پراپتی میں پرسن نہیں ہوتے اور انشٹ کی پراپتی میں اپرسن (دکھی) نہیں ہوتے۔ دونوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں۔ جیسے گورو تیغ بہادر جی نے فرمایا ہے ؎

سکھ دُکھ دونو سم کر جانے اور مان اپمانا ہرکھ سوگ سے رہے اتیتا تن جگ نت پچھانا

شری دنا ترے بھگوان کا کہنا ہے۔ میں نہیں جانتا یہ سُکھ دُکھ کسی میں اور کیوں کر برتتے ہیں۔ نہ یہ کہ جو سینہ رہت ہیں اور دُکھ سُکھ میں اپنی بدھی کو سم اور اڈول رکھ سکتے ہیں۔ وہی ستھت پرگیہ ہیں۔ دیکھئے پھر کہتے ہیں ؎

برائی جو پہنچے تو نالاں نہ ہو بھلائی جو پائے تو شاداں نہ ہو
کسی سے تعلق نہ اس کو لگاؤ یہی قائم العقل کا ہے سبھاؤ

(دل) 3.57

دوہا۔ جیوں کچھوا نج انگ کو۔ کھینچ آپ موں لیت
تیسے کھینچے اندرین۔ تج وشین سوں ہیت (۲-۵۸)

بھاوارتھ۔ جیسے کچھوا اپنے انگوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ ویسے ہی وہ پرش اپنی اندریوں کو ان کے وشیوں سے ہٹا لیتا ہے۔ تب اس کی بدھی ستھر ہوتی ہے۔

(تشریح) اس شلوک میں عارف کامل کا ساتواں لکشن بیان کیا گیا ہے۔ وہ ہے

ضبطِ حواس۔ یا اندریہ دمن۔ ویسے گیان کے ادھکاری کے پہلے لکشنوں میں بھی اندریہ دمن کو کھٹ سمپتی میں شامل کیا گیا ہے۔ جس پرش نے کسی حد تک اپنی اپنی اندریوں پر قابو نہ پالیا ہو۔ وہ آتم گیان کے اُپدیش کا ادھکاری ہی نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن جگیاسو کا دم گیانی کے اندریہ دمن کے مقابلہ میں ایسا ہے۔ جیسا کہ کوئی رنگروٹ گھوڑے کی سواری بھی سیکھ رہا ہو اور ساتھ ہی ساتھ گھوڑے کو بھی سدھار رہا ہو۔ اس کے مقابلہ میں وہ اُستاد جو خود گھوڑ سواری میں ماہر ہے۔ اور ہر قسم کے گھوڑے کو آسانی سے سدھا لیتا ہے اور بے خوف سواری کرتا ہے۔ گیانی کا ضبط حواس اُستاد کے گھوڑوں کو سدھانے اور اُن سے کام لینے جیسا ہے۔ اس میں دو طرح کا عمل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ اندریوں کو اُن کے وشیوں سے ہٹانے کا ابھیاس کیا جاوے۔ کیونکہ جتنا بھی اندریاں اپنے وشیوں کا زیادہ بھوگ کرتی ہیں اُتنی ہی گرفتاری بڑھتی جاتی ہے۔ ترشنا کی اگنی پرچنڈ ہوتی جاتی ہے اور انسان لاچار ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگنی میں جتنا زیادہ گھی ڈالیں گے اگنی اتنی ہی تیز ہوگی۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر بدھمان بزرگوں نے کہا کہ اندریوں کو اپنے وشیوں سے الگ کر دینے کا سادھن کرنا چاہیئے۔ جتنا ہو سکے اور جس قدر ہو سکے اندری وشے سنیوگ کم سے کم کیا جاوے تاکہ اندریوں کا اپنے وشیوں میں لالسا درموہ کم ہوتا جاوے۔ خیال رہے کہ یہ صرف ایک عمل ہے۔ اس سے ہی اندریوں پر مکمل فتح حاصل نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ضبط حواس کا پہلا زینہ ہے۔ اسی کو اندریہ نگرہ بھی کہتے ہیں۔

جب ابھیاس کرتے کرتے ہم اس قدر قادر ہو جاتے ہیں۔ جب چاہیں اندریوں کو وشیوں کے ساتھ سنیوگ کرنے سے روک سکیں۔ تب اس کے

بعد دوسرا عمل شروع ہوتا ہے۔ ایک کافی عرصہ تک اندری بھوگوں میں رہتے رہنے سے من میں ان کے لئے موہ۔ لالسا۔ کامنا ترشنا سنسکار روپ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے ایک بار ہم نے آم کھایا۔ خوب میٹھا تھا۔ پیٹ بھی بھر گیا۔ زبان کے ذائقہ سے وہ ہم کو خوب بھایا۔ آم کا کھانا اندری کا وشئے کے ساتھ سنیوگ ہوا۔ دل کو پسند آنا اور پھر اس کے کھانے کا سنسکار یا خیال اندر جمع ہو جانا۔ یہی من کے اندر موہ کا ہونا ہے۔ جس طرح یہ سنسکار پڑا ہے۔ اسی کے اُلٹ عمل کرنے سے یہ سنسکار دور ہو سکتا ہے۔ یعنی پہلے یہ کریں۔ جب آم دیکھیں اور آپ کا جی کھانے کو کرے۔ تو آپ اُسے بالکل نہ کھائیں۔ ہٹھ پورک دل کو کہہ دیں۔ آم نہیں کھایا جائے گا۔ اس سے وہ سنسکار بالکل ختم تو نہیں ہو گا کمزور ہوتا جائے گا۔ حتیٰ کہ دل کو بھی وچار سے یہ سمجھایا جاوے گا۔ کہ آم کھایا تو کیا اور نہ کھایا تو کیا۔ پیٹ کو بھرنا اس لئے ہے کہ تندور میں جو آگ جل رہی ہے۔ اس میں کچھ ایندھن چھوڑنے کی ضرورت ہے تاکہ آگ جلتی رہے۔ ذائقہ کی خاطر نہیں کھانا چاہیئے۔ بلکہ صرف پیٹ کی مجبوری کی خاطر۔ جب یہ وچار پربل ہوں گے۔ اس وقت آم کھانے کا سنسکار نشٹ ہو گا پھر خواہ آموں کے ٹوکرے آپ کے پاس لا کر رکھے جاویں۔ آپ کا خیال اس طرف نہیں دوڑے گا اور اگر آپ کچھ آم کھا بھی لیں تو بھی وہ آپ کے ہردہ پر کوئی نیا سنسکار پیدا ابھی نہیں کرے گا۔ کیونکہ اب تو شیشۂ دل اس کیمیائی عمل سے دھویا گیا ہے۔ کہ کسی قسم کی آلائش اس پر اثر پذیر نہیں ہوتی۔

یہی دوسرا عمل ہر جگیاسو کو کرنا ہو گا۔ اپنی اندریوں کو وشیوں سے ہٹا کر رکھنے سے جب اس حد تک کامیابی ہو جاتی ہے کہ حسب منشا اندریوں کو وشئے سنیوگ سے باز رکھ لیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کے اندر جو وشیوں کے لئے

راگ موجود ہے۔ اُسے ڈور کرنے کا سادھن کرنا ہے اور وہ اس پر کار ہے۔ ہم
اپنے اندر نگاہ ڈالیں روز دیکھیں کہ ہماری کونسی اندری زیادہ زور آور ہے۔ اُسے
جان کر اس کے متعلق وچار کرنا شروع کریں۔ جہاں پہلا عمل ہٹھ سے کیا گیا ہے۔ یہاں
ہٹھ کام نہیں دیگا۔ یہاں صرف وچار سے کام نکلے گا۔ اس لئے بالکل ہشیاری سے
پہلے عمل کو ساتھ رکھے ہوئے دوسرے عمل یعنی بچار کو کرتے جائیے۔ ویریت بھاونائیں
جاگرت کریں۔ مثال کے طور پر فرض کریں کہ کسی کی آنکھ کی اندری پربل ہے۔ آنکھ
کا وشے روپ ہے۔ اس لئے چار و ناچار وہ شخص اچھی اچھی خوبصورت اشیا کے
دیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بھی جھانکے بغیر
نہیں رہ سکتا۔ لعنت ملامت سہہ کر بھی وہی کام کرتا ہے۔ اس کا پہلا عمل تو یہ ہے
کہ وہ جب جہاں کہیں چلے۔ نظر نیچی کر کے چلے۔ اپنے آگے صرف دس قدم دیکھے
آگے پیچھے دائیں بائیں نہ دیکھے۔ اس سے آنکھوں اور روپ کے میل جول کا موقعہ
کم ملے گا۔ وہ عادت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاوے گی۔ گو دل میں واسنا روپ سے
وہ موجود رہے گی۔ اس کے لئے دوسرا عمل پھر یہ کرنا ہو گا کہ روپ کیا ہے۔ اس
اس پر وچار کرنا ہو گا۔ سارا روپ آنکھ کا ہی عکس ہے۔ سورج کی کرنوں کا دیا
ہوا ہے۔ اگنی کا کاریہ ہے۔ اگنی روپ ہے۔ اگنی وایو روپ اور وایو آکاش روپ
ہے آکاش خالی ہے۔ لہذا روپ خالی ہے۔ کچھ نہیں۔ پھر جسمانی خوبصورتی کیا۔
رگوں میں تازہ خون موجزن ہو رہا ہے۔ اسی کی چمک کا دھوکا ہے جب جسم بیمار
ہوتا ہے یا بوڑھا ہو جاتا ہے۔ خوبصورتی بدصورتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
جب ناش کو پراپت ہو جاتا ہے۔ تو ڈراونا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہ تمام خوبصورتی
صرف نظر کا دھوکہ ہے۔ خوبصورتی اور بدصورتی صرف دیکھنے والے کے خیال پر
منحصر ہے کیونکہ لیلیٰ کا رنگ سیاہ تھا۔ مجنوں سے کسی نے شکایت کی کہ تمہاری

معشوقہ کا رنگ کالا ہے اس نے جواب دیا کہ "لیلیٰ را بنظر مجنوں باید دید" لیلیٰ کو مجنوں کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ اسی لئے عاشقوں نے کہا کہ گل کو خوشبو اور بلبل کو نالہ ہم نے دیا۔ خوبصورت کی خوبصورتی اور بدصورت کی بدصورتی ہمارے ہی خیال کی دی ہوئی ہے۔ علیٰ ہذا۔ اس قسم کے وچار پختہ کرنے سے دل کے اندر جاگزیں سنسکار تبدیل ہو جاویں گے۔ پھر وہ شخص دوسروں کی بہو بیٹیوں کو کبھی تاکے گا نہیں۔ اگر اُدھر نظر جاوے گی تو اپنے پرماتم دیو کی لیلا کو دیکھا کرے گا۔

نہ صورت سے مطلب نہ سیرت سے تیری
مصور کی ہم تو قلم دیکھتے ہیں۔ والا معاملہ ہو جاوےگا

پھر جہاں چاہئے آنکھوں کو پھراؤ۔ گھماؤ۔ سیر کراؤ۔ سب کچھ دیکھتی ہوئی کچھ بھی نہیں دیکھیں گی۔ یعنی دیکھ کر وہیں چھوڑ دیں گی۔ ان میں کوئی راگ پیدا نہیں ہو گا۔ یہی ان کی مکتی ہے۔ یہی پورن اندریہ دمن یا سنیم ہے۔ ضبط حواس کے قلعہ کی دھوجا ہے۔

گیتا نے اس کے لئے کچھوے کی مثال دی ہے۔ کچھوا باہر ریت پر خوب اعضا پھیلا کر گھوم رہا ہوتا ہے۔ جونہی کسی کو دیکھا یا خطرہ محسوس کیا۔ اپنے تمام اعضا (انگ) اپنے اندر سکیڑ لیتا ہے۔ جب چاہتا ہے پھیلاتا ہے۔ جس طرح کچھوے کو اپنے انگوں پر پورا پورا قابو ہے۔ ایسے ہی جس بدھمان کو حواس پر اس قدر ضبط حاصل ہے کہ جب چاہے ان سے کام لے لیا اور جب چاہا تو اُن کو روک دیا۔ راگ اور دویش سے رہت ہو کر جو ان کو استعمال کر سکتا ہے وہی دھیر ستھر بدھی والا ہے۔

ستھت پرگیہ کا ساتواں لکشن ضبط حواس یا اندریہ سنیم ہے۔ اسی کا

اپدیش کرتے ہوئے بھگوان نے ارجن سے کہا سہ

ذرا سا بھی دے کوئی کچھوے کو چھیڑ — تو لیتا ہے فوراً سب اعضا سکیڑ
سکیڑے جو ہر شے سے اپنے حواس — وہ ہے قائم العقل اے حق شناس

(دل) 17.3.57

دوہا۔ وشے کہت ہے دُور سیوں تجت جو ہے آہار
آتم دیکھیو جات ہے۔ ابھلا کہا نر دھار (۲-۵۹)

بھاوارتھ۔ اندریوں دوارہ وشیوں کا بھوگ نہ کرنے والے کے وشے تو چھوٹ جاتے ہیں۔ راگ نہیں چھوٹتا۔ مگر آتم درشن سے وشیوں کا راگ ابھلاشا نرمول ہو کر نشٹ ہو جاتے ہیں۔

(تشریح) "ضبط حواس" کا سبق جتنا ضروری ہے اتنا مشکل بھی ہے۔ اسے ٹھیک ٹھیک سمجھ کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہر سادھک اپنی حالت پر دھوکہ کھا سکتا ہے۔ اوپر سے یعنی ظاہری طور پر اندریوں کو روک رکھنے سے ستھول وشے تو ضرور چھوٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ اندریوں کا وشیوں سے سنیوگ نہیں ہوتا۔ لیکن وشیوں کے لئے سوکشم راگ دل میں بنا رہتا ہے۔ اس راگ کو اندر رکھ کر جو باہر سے اندریہ سینم کا دکھاوا کرتا ہے۔ وہ محض ڈھونگ کرتا ہے جس سے اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے اور جب تک راگ پوری طرح من سے نکل نہیں جاتا۔ تب تک "اندریہ جے" یعنی اندریوں پر پوری فتح نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس شلوک میں بھگوان یہ نئی بات بتلا رہے ہیں کہ وشیوں کی سوکشم ابھلاشا یا خواہش صرف آتم درشن سے سمول (جڑ سے) نشٹ ہو سکتی ہے

پچھلے شلوک میں یہ کہا گیا تھا کہ کچھوے کی طرح ہمیں اپنے حواس پر پورا پورا قابو اور اختیار ہونا چاہیئے برہم گیانی کے دوسرے لکشن "آتم سنتوش" کا بیان کرتے ہوئے بھگوان نے کہا تھا کہ واسنا کھے اور آتم سنتوش دو لازم ملزوم اشیا ہیں۔ اگر آتم سنتوش پراپت ہو جائے۔ تو پھر کوئی کامنا باقی نہیں رہ سکتی اور اگر واسنائیں شانت ہو جائیں۔ آتم سنتوش کی دشا خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ اسی اصول کا اعادہ پھر یہاں کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ راگ کا اندر رکھ کر اوپر سے وشیوں کا تیاگ ایسا ہے۔ جیسے درخت کے پتے اور ٹہنیاں کاٹ دی جاویں اور جڑ میں پانی برابر دیا جائے جس سے پتے اور شاخیں اور زیادہ زور سے نکل آویں گے اور اگر جڑوں کو ہی کاٹ دیا جاوے تو سارا درخت اپنے آپ مُردہ ہو جاتا ہے۔

اس طرح تمام واسنا یا ابھلاشا کی جڑ وستوؤں یا وشیوں میں راگ ہے۔ راگ انوکول گیان سے ہوتا ہے۔ انوکول گیان بھید بھاو والی بدھی میں ہوتا ہے۔ بھید بھاؤ بدھی سروپ گیان سے رہت اوستھا میں ہوتی ہے۔ یعنی اگیان کا کارج ہے۔ اگیان اپنے آپ کو جوں کا توں نہ جاننے کو کہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے اندریوں کی وشیوں میں پریتی میں سب سے بڑا کارن سروپ اگیان ہے۔ جب تک یہ اگیان قطعی طور پہ دُور نہیں ہو جاتا واسنا کسی نہ کسی شکل میں آموجود ہوتی ہے۔ اس لئے بھگوان نے کہا ہے کہ صرف آتم درشن سے وشیوں میں راگ روپی ابھلاشا دُور ہو سکتی ہے۔

وہ کونسا گیان ہے اور اس سے ابھلاشا کس طرح دُور ہوتی ہے۔ آؤ اس کا وچار کریں۔ میں شریر نہیں ہوں۔ نہ ستھول شریر ہوں۔ نہ سوکشم

شریر ہوں نہ کارن شریر ہوں۔ میں اندریاں نہیں ہوں۔ من بدھ چیت اہنکار بھی نہیں ہوں۔ پران بھی میں نہیں۔ ۵ کوش اور تین اوستھا بھی مجھ میں نہیں۔ ۵ مہا بھوت جن کا کارج یہ سارا سنسار ہے وہ بھی میں نہیں ہوں۔ میں ان سے الگ اسنگ ایک ادویت شدھ پری پورن نراکار نروکار اکھنڈ پرکاش سروپ۔ شانتی مے۔ آنند روپ آتما ہوں جس سے سب پرکاشمان و آنندوان ہوتے ہیں۔ جیسا ایک شریر میں کام کرتا ہوں۔ ویسا ہی سب بھوت پرانیوں کے شریروں میں کام کرتا ہوں۔ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک۔ سورج میں تپش اور چاند میں ٹھنڈک۔ سبزے میں لہک اور پھول میں مہک۔ مجھ سے ہیں۔ میں نت تریپت ہوں۔ کوئی خواہش یا چاہ مجھے چھو تک نہیں سکتی۔ میں یاچک نہیں، مہادانی ہوں۔ شریر ہمیشہ سے کمزوریوں اور خامیوں کا پتلا چلا آیا ہے۔ اس کی ضرورتوں کا کبھی انت نہیں ہوا۔ نہ آگے ہوگا۔ میں نہ شریر ہوں۔ نہ یہ میرا ہے۔ میں اس کی ضرورتوں سے بالاتر ہوں۔ یہ گیان ہے۔ جب یہ گیان علم الیقین کی حد پار کر کے عین الیقین کے درجہ تک رسا ہوتا ہے۔ یعنی یہ گیان درڑھ نشچہ اور عمل میں آجاتا ہے۔ تب "جیسا سوچتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے" کے مصداق وہ سچے روپ میں بے خواہش یا نرواس گتی کو پالیتا ہے اور یہاں ہی ستھر بدھی پرش کا ضبط حواس پوری طرح حاصل ہوتا ہے۔ "اندری جے" کا پاٹھ پورن ہوتا ہے۔ ستھت پرگیہ کا یہی ساتواں لکشن ہے کہ آتم درشن کے ذریعہ وہ حالت بے خواہشی کو حاصل کیے ہوتا ہے۔ یعنی ؎

کرے نعمتیں ترک پرہیزگار مگر شوقِ لذت سے ہو بیقرار

اسے ترک لذت کی لذت ملے جسے دید باری کی دولت ملے

(دل محمد)

دوہا۔ گیان ونت جو پُرکھ ہے جتن کٹھنتا سادھ
اندری ات بلونت ہے تو لگاوت بیادھ (۲-۶۰)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ یہ اندریاں جو مشکل سے قابو میں آنے والی ہیں بہت بلوان ہیں۔ بدھمان پرشوں کی بدھی کو زبردستی ہر لیتی ہیں۔ اپنی طرف کھینچ لے جاتی ہیں۔

دوہا۔ تاتے روکے اندرین۔ مو میں چت کو لائے
بس کینی جن ایہو سبھے۔ سو تھر بدھ سبھائے (۲-۶۱)

بھاوارتھ۔ اس لئے منش کو چاہیئے کہ اپنی تمام اندریوں کو وش میں کر کے چت کو مجھ آتما میں ستھر کرے۔ کیونکہ جس نے ان کو بس میں کیا ہے وہی ستھر بدھی پرش ہے۔

(تشریح) اندری سنیم یا ضبط حواس کا مضمون ابھی چل رہا ہے۔ بھگوان جانتے ہیں کہ عام انسان کی ستھتی کیسی ہے اور اندریاں کس طرح منشوں کو اپنے بس میں کیے ہوئے ہیں۔ یا یہ کہ منش ان کا کس قدر غلام ہو چکا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھول کر اندریہ سروپ ہی ہو گیا ہے۔ لذات محسوسات میں اتنا گرفتار ہے کہ ان کے بغیر جینا ایک زحمت جانتا ہے۔ ابھی ابھی زاہد پرہیزگار شرعی لوگوں کا بیان ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ اوپر سے اندریوں کو

وشیوں سے الگ رکھنے کا سادھن کرتے ہیں۔ یعنی سواد پر قابو پانے کے لئے وہ
کئی لذیذ اشیا کے نہ کھانے کا عہد کرتے ہیں۔ اور اسی تیاگ پر بڑی ڈینگ مارتے
ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر ان کا من ان اشیا کی یاد سے بے قرار رہتا ہے۔
کیونکہ پدارتھوں میں راگ موجود رہتا ہے اور جب تک یہ راگ موجود ہے
نہ ضبط حواس ہی پورا ہوتا ہے نہ شانتی ہی مل سکتی ہے۔ پھر انھوں نے بتایا کہ
صرف وہی منش وشیوں کے پورن تیاگ کا آنند حاصل کر سکتے ہیں۔ جن کو آتم
درشن نصیب ہوتا ہے۔ جن کو اپنے آتم سروپ میں نشچہ حاصل ہوتا ہے یعنی
جو بھول یا غلطی درمیان میں آچکی ہے۔ جس سے منش غلط سوچنا شروع کر دیتا
ہے۔ جب تک وہ دور نہیں کی جاتی۔ معاملہ سلجھنے والا نہیں۔ کیونکہ مول اگیان ہی
تمام واسناؤں اور قیدوں کی جڑ ہے۔ اسے آتم گیان کے ذریعہ ہی نرمول کیا
جا سکتا ہے اور گیان کیا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ورنن اوپر ہو چکا ہے۔

اب ان اوپر کے دو شلوکوں میں بھگوان پہلے چیتاونی دیتے ہیں اور بعد
میں ایک ہدایت جاری کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ حواس آسانی سے منش
کے قابو میں آنے والے نہیں ہیں کیونکہ ان کا رخ باہر کی طرف ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے
اپنے وشیوں میں رمن کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کو اُن وشیوں سے لگاؤ ہو جاتا
ہے۔ یہی لگاؤ پھر انسان کے دل میں خواہشات پیدا کرتا ہے۔ خواہش کے بس
میں ہو کر انیک پرکار کے جتن منش کرتا ہے۔ جس میں نیک و بد کام کرتا ہے۔
ان کا فاعل ہو کر ان کی سزا جزا وغیرہ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اسطرح اپنے لئے ایک
کبھی نہ ختم ہونے والا اسنسار چکر پیدا کر لیتا ہے۔

اس کے علاوہ وچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حواس اور محسوسات
(اندریاں اور ان کے وشے) ایک ہی کارن کے کاریہ ہیں۔ یعنی ایک ہی تھیلی

کے چٹے بٹے ہیں۔ مثلاً آنکھوں کا وشے روپ ہے۔ آنکھ اور روپ دونو اگنی کا ہی کاریہ اگنی روپ ہیں۔ کانوں کا وشے شبد ہے۔ کان اور شبد دونوں آکاش کا کاریہ آکاش روپ ہیں۔ اسی طرح باقی اندریوں کا بھی جان لیویں۔ جب یہ حال ہے تو اندریوں کا اپنے وشیوں میں ایکتا کے ناطے بار بار دوڑنا سبھاوک ہے۔ اس لئے پہلا استھول تیاگ جو اوپر سے ہٹھ پورک اندریوں کو وشیوں سے الگ رکھنے کا بتایا گیا تھا۔ وہ پورا کارگر نہیں ٹھہرتا اور اس سے ضبط حواس پورا بھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدھی مان منش کی بُدھی کو بھی اس کی اندریاں بعض اوقات زبردستی اپنی طرف کھینچ لے جاتی ہیں۔ یہی اندریوں کا بلوان ہونا ہے۔

ایسے کون سے بدھمان پرش ہیں۔ جن کی بدھی کو اندریاں ہر لیتی ہیں۔ بھگوان نے پچھلے ہی شلوک میں یہ بتایا ہے کہ جن کو آتم درشن ہوا ہے جو آتم کرپا کے پاتر ہیں جو تتوگیہ۔ تتو درشی پُرش ہیں۔ اُن کی اندریوں کا وشیوں میں جو رس یا آسکتی ہے وہ ناش ہو جاتی ہے۔ ان کا تیاگ سچا تیاگ ہوتا ہے یعنی تتو درشی کی اندریاں محض اپنے سوبھاو کے وش اپنے وشیوں میں سنیوگ کرتی ہیں۔ کسی راگ یا موہ کے کارن نہیں اور نہ ہی تتوگیہ کے دل کو بیقرار ہی کر پاتی ہیں۔ محض گیان کے کہنے یعنی زبانی گیان بگھارنے سے کوئی گیانی نہیں ہو جاتا۔ جب تک یہ گیان جزو طبیعت نہ بن جائے۔ اسی لئے وید گیانی کی حمد میں یوں گاتا ہے۔ "ترتی شوک آتم وت" آتما کے جاننے والا شوک اور موہ سے پار ہو جاتا ہے۔ دیگر "برہم وت برہمیو بھوتی" یعنی "برہم کو جاننے والا خود برہم ہو جاتا ہے۔" دیگر "وہ کھاتا ہوا نہیں کھاتا۔ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا۔ وہ سنتا ہوا نہیں سنتا۔" وغیرہ

اس لئے بھگوان ہدایت کرتے ہیں کہ ہر منش پر لازم ہے کہ وہ دو باتیں کرے (۱) اپنی اندریوں کو روک کر اپنے بس میں کرے (۲) اور اپنا چت مجھ میں

جوکہ سرو آتما روپ ہوں۔ لگائے۔ یہاں اندریوں پر پورن وجے پراپت کرنے کا حکم ہے۔ محض ان کو اپنے وشیوں سے باز رکھنے کا نہیں۔ سب سے پہلے تو مناسب سے اندریوں کو وشیوں کو بھوگنے کی عادت ڈالے اور پھر آہستہ آہستہ ان پر اس طرح قابو پائے تاکہ ان کو حسب منشا استعمال کیا جا سکے۔ دونوں حالتوں میں جبکہ اندریاں وشیوں سے نورت ہوں یا ان میں پرورت ہوں۔ من کے اندر کوئی راگ یا دویش کی برتی نہ اُٹھنے پائے۔ تمام کاریہ قدرتی طور پر یا سوبھاوک ہو۔ اس میں کوئی اہم روپی کرتاپن کا پھرنا بھی نہ ہو۔ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب منش اپنے درشٹاپن اور ساکشی سروپ میں قائم رہے۔ اپنے آپ کو نروکار اکھنڈ اسنگ ساکشی شریر آدی سے رہت جانتا ہو اور انوبھو کرتا ہو۔ مجھ میں چیت لگانے سے مطلب بھگوان کا آتم نیشٹھا ہے نہ کہ ان کی شریر وگرہ کی پوجا اتھوا دھیان آدی۔ کیونکہ یہاں دوسرے ادھیائے بُدھی یوگ یکت پُرش یا ستھت پرگیہ کے لکشنوں کا ورنن ہو رہا ہے جس نے گیان یوگ کے ذریعہ اپنی بُدھی کو سم یا اڈول وستھر کیا ہے۔ پرسنگ انوساد ایسا جان پڑتا ہے۔ کہ بھگوان کا اہم شبد آتما کا پریائے واچی ہے شریر کا نہیں۔

بھگوان نے ستھت پرگیہ کے ساتویں لکشن "اندریہ سنیم" کے ساتھ ساتھ اب آٹھواں لکشن یہ بتا دیا کہ وہ آتم سروپ میں ستھت ہو۔ جسے اوپر نیچے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سوائے آتما کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ جس کا ذاتی انوبھو یہ ہے۔ ع بن ترن پربت سب پار برہم۔ دیگر ع سادھو چور سب برہم پچھانے برہم گیانی کا برہم دھیان برہم گیانی کا بھوجن گیان۔ وغیرہ۔ جس کا رام روم شِو وہم اور انا الحق کا راگ گاتا ہے۔ جو زبان حال سے "اہم برہم اسمی" کا نعرہ لگاتا ہے۔ جس کے پریم رنپی وشال بازو تمام برہمنڈ کو اپنے

گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔ جس کی آنکھوں سے آنند کے جھرنے بہہ رہے ہیں۔ جس کے کانوں میں انحدناد گونج رہا ہو۔ "نہ آئے کی خوشی نہ گئے کا غم" جس کا مقولہ ہے جو بقول رشی اشٹاوکر مرتیو اور پیاری استری کو سامنے دیکھ کر بھی نشچنت اور لاپرواہ ہے جس کا شیتل من پانی سے بھرے ہوئے تالاب کی مانند نہ لابھ کا ابھلاشی ہے نہ ہانی کی سوچ کرتا ہے۔ وہی قائم بذات خود ہے اور وہی ہے ارجن قائم العقل یا ستھت پرگیہ کہلانے کا مستحق ہے لو پھر سنو ؎

خردمند کے بھی حواس و خیال — جو تیزی میں آجائیں کنتی کے لال
تو من کو بھی وہ چھین لے جائیں گے — کرے لاکھ کوشش نہ ہاتھ آئیں گے
حواس اپنے روک اور لگا مجھ میں دل — تو سرشار ہو یوگ میں متصل
رہیں ضبط میں جس کے ہوش و حواس — وہ ہے قائم العقل اے حق شناس

(دل) 21.3.57

دوہا۔ جب پاوت ہے وشے کو تن سے اُپجت سنگ
کام جو اپجت سنگ تے تاں تے کرودھ ابھنگ (۲-۶۲)

بھاوارتھ۔ وشیوں کے چنتن کرتے رہنے سے ان میں راگ یا آسکتی (سنگ) پیدا ہوتا ہے۔ سنگ سے کامنا اُتپن ہوتی ہے اور کام سے کرودھ (اضطراب)

دوہا۔ موہ ہوت ہے کرودھ تے۔ موہ تے سدھی ناس
سُدھ گئے بُدھی نست۔ بُدھ نسیو مرت پاس

بھاوارتھ۔ کرودھ سے موہ (اوویک) پیدا ہوتا ہے۔ اوویک سے سمرن شکتی کا ناش ہوتا ہے سمرتی ناش سے بدھی یعنی گیان شکتی الوپ ہو جاتی ہے۔ جس کی بُدھی یا گیان شکتی ناش ہو گئی۔ اُسے مرتک ہی جانو (تشریح) اندری سنیم کس قدر ضروری مضمون ہے۔ اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ بھگوان اس کی مہتا ذہن نشین کرانے کے لیئے دلیل پر دلیل دئے جاتے ہیں۔ شلوک پر شلوک کہے جاتے ہیں مثال دیکر سمجھایا جاتا ہے۔ بھگوان نے بدھی یوگ کی تعریف کی جس سے ارجن یہ پوچھنے پر مجبور ہو گیا کہ ایسے پرشوں کا ویوہار کیسا ہوتا ہے جو بُدھی یوگ یُکت ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا کیسے ہوتا ہے۔ بول چال کیسی ہوتی ہے بھگوان نے ستھر بُدھی کی نشانیاں گن گن کر بتانا شروع کیا۔ انھوں نے کہا اے عزیز جس نے اپنی تمام خواہشات کو دور کر دیا ہو جو اپنے آپ میں سنتشٹ رہتا ہو۔ جس کے ہردے میں سکھ کی لالسا نہ ہو اور دُکھ پا کر جو گھبرائے نہیں۔ راگ موہ اور بھے کو جس نے بالکل تیاگ دیا ہو۔ سینہ رہت ہو اور شبھ اشبھ کی پراپتی میں سم رہتا ہو۔ اندریوں پر اُسے اتنا قابو ہو کہ جب چاہے ان کو روک لے جس طرح کچھوا اپنے انگوں کو اپنی اچھا انوسار سمیٹ لیتا ہے وہی ستھر بدھی پُرش ہے۔

اس آخری لکشن "ضبط حواس" کا محض بیان کر دینا ہی کافی نہیں خیال کیا گیا۔ بلکہ اس کو گیان اور وگیان کی درشٹی سے کھول کر سمجھانے کی چیشٹھا کی جا رہی ہے۔ جہاں اندریوں کو مُنہ زور بتلایا کہ وہ بدھمان پُرش کی بُدھی کو بھی ہر لیتی ہیں۔ وہاں اُن کے قابو کرنے کا علاج بھی کیا ہے اور جہاں خامی رہ جانے کا ڈر معلوم ہوا۔ یعنی وشیوں میں راگ۔ تو اس کی طرف

بھی خاص اشارہ کرکے ہوشیار کیا ہے۔ تاکہ کوئی بھی اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جاوے
محض اپنے اندریوں کو وشیوں سے ہٹا لینے سے ضبط حواس پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ
دل سے وشیوں کے بھوگنے کا جو خیال (راگ) اندر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا
ہٹا دینا اور کچھوے کی طرح اندریوں پر قابو پانا تاکہ اپنی حسب منشا اُن کا
استعمال ہو سکے۔ جب یہ دو عمل پورے ہوں تب ہی ضبط حواس مکمل سمجھنا چاہیئے۔
اب وگیان کی نظر سے اسی بات کو اور زیادہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ ہم
اپنے زندگی کے تجربے سے جانتے ہیں کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی اور سُن سنا کر
ہم بھی کچھ اشیا کو اچھا اور دل پسند خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً ہم نے
سنیما کبھی نہیں دیکھا لیکن لوگوں کو جوق در جوق سنیما ہال سے نکلتے ہوئے دیکھکر
اُن سے تصویروں کی خوبیاں سن کر اور کچھ باہر لٹکتی ہوئی نمونہ کی فوٹو دیکھ کر
دل میں خیال جا گزیں ہو جاتا ہے یہ بھی کوئی اچھی شے ہے۔ دل بہلانے
کے لیئے اور وقت کو کاٹنے کے لئے ایک اچھا مشغلہ ہے۔ اس خیال کے آتے
ہی سنیما کا ایک پرکار سے چنتن ہمارے دل میں شروع ہو جاتا ہے اور جتنا
یہ تصور زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی راگ یا موہ بڑھتا جاتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ
مرغوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری رغبت طلب کی حد تک جا پہنچتی ہے ہم اُسے
حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب تک وہ حاصل نہیں ہو جاتی۔ ہمارا
خیال ہماری طبیعت کے اندر ایک ہیجان پیدا کر دیتا ہے جس سے رخ کا جو
آرام ہے اس میں خلل واقع ہوتا ہے ہمیں بے چینی اور بے قراری کا سامنا
کرنا پڑتا ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں۔ جب دل میں چین نہیں ہوتا دماغ کو سکون
نصیب نہیں ہو سکتا اور بُدھی اپنا توازن کھو بیٹھتی ہے۔ نہ صرف ہمارے تصور
اور تخیل اُلٹے سلٹے ہوتے ہیں بلکہ ہماری بُدھی کے فیصلے بھی ایسی حالت میں

ناتسلی بخش وغیر معقول ہوتے ہیں۔ یہی وہ موڑھ دشا ہے جسے موہ کہتے ہیں ایسی موڑھ اوستھا میں اگلی پچھلی تمام انو بھوکی ہوئی باتیں بھول جاتی ہیں۔ سمرتی یا قوت یادداشت میں بھی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور جس طرح سورج کے غروب ہو جانے پر رات کی سیاہی تمام سنسار کو گھیر لیتی ہے۔ اسی طرح یادداشت کے بگڑ جانے سے بُدھی کسی اندھے کی طرح اندھیرے میں ماری ماری پھرتی ہے۔ جس طرح کوئی مجسٹریٹ اپنے مقدمات کے فیصلے اپنے پہلے مقدمات کے فیصلہ جات کی بنا پر۔ یا اسی قسم کے جو مقدمات دوسری بڑی بڑی عدالتوں میں ہو چکے ہوتے ہیں ان کے حالات کتابوں میں پڑھ کر ان کو اپنی قوت یادداشت کی مدد سے اپنے دماغ میں رکھ کر کرتا ہے اور اگر اس کی یادداشت بالکل کام نہ دے تو وہ فیصلے نہیں دے سکتا اور دیتا ہے تو وہ فیصلے ٹھیک نہیں ہوتے۔ یہی حالت سمرتی ناش کے بعد بُدھی کی ہوتی ہے جس کا دل بے قرار ہو، دماغ پریشان ہو۔ قوت یادداشت گم ہو۔ عقل اندھی اور لنگڑی ہو گئی ہو، اسے پاگل کی طرح ناش ہوا ہی جانئے۔ اس طرح مندرجہ بالا بیان سے ہم نے دیکھا کہ کسی ایک وشے کے چنتن کرتے رہنے سے راگ راگ سے کامنا کام سے کرودھ (اضطراب) کرودھ سے موہ (موڑھتا)۔ موہ سے سمرتی ناش۔ سمرتی ناش سے بدھی ناش۔ بُدھی ناش ہی جیو کی مرتیو ہے۔ یہی بات اوپر کے دو شلوکوں میں بیان کی گئی ہے۔

پہلے جو بھگوان کہہ رہے تھے کہ اندریوں کو وشیوں سے ہٹا لینا تو آسان ہے لیکن وشیوں میں جو راگ ہو جاتا ہے وہ نہیں چھوٹتا اور اگر راگ بنا رہے تو یہ اصلی اور سچا اندریہ سنیم نہیں ہوتا۔ اب انھوں نے اس بات کو واضح کر دیا

ہے کہ وشیوں کا بار بار چنتن کرنے سے ہی راگ پیدا ہوتا ہے۔اس لئے وشیوں کا چنتن کبھی نہیں کرنا چاہئے بلکہ یتھا سمبھو یتھا پراپت میں سنتشٹ رہ کر سوبھاوک کریا میں پرورت رہنا چاہئے اور کرتاپن کے ابھمان سے رہت ہو کر ساری کریا کرنی چاہئے۔ شاستر سمیت ودھی نشیدھ کو اچھی طرح ذہن نشیں کرکے اپنے دھرم اور فرض کو ہی نبھانا چاہئے۔اندریوں کا اپنے وشیوں کے ساتھ سنیوگ ہو تو بھی پرش ساکھشی رہ کر ان میں لپت نہ ہونے پائے۔یہی اس گیان کا فائدہ ہے۔خبردار۔اس میں دمبھ اور متھیاچار داخل نہ ہونے پائے۔کیونکہ اگر اوپر سے سوانگ رچ لیا گیانی کا۔اندریوں کو وشیوں میں رمن کرنے کی کھلی چھٹی دیدی۔اور کہدیا کہ ہمیں ان سے کیا سروکار ہے تو یاد رکھیں دل کے اندر ان کے لئے راگ موجود رہنے سے بد اخلاقی کے گڑھے میں ایسا گرنا ہوگا کہ اس چاہ ضلالت سے نکلنا از بس محال اور دشوار ہو جائے گا۔ایک سنت نے کہا ہے ؎

کتھنی سے کچھ نہ سرے۔کتھ کتھ تھاکیں جگ چار
منگت کرنی سار ہے۔جو کرے سو ترے پار

اس لئے سرلتا پورک دل میں بیت راگ ہو کر اندریوں کو شریر نرواہ کی خاطر اور سرو بھوتوں کے ہت کی خاطر مناسبت سے وشیوں میں رمن کرنے کی آگیا دی جاوے اور اس پر بھی آتم کو وشے کرنے والی بدھی کی نگرانی رکھی جاوے اور خود درشٹا رہ کر شریر کی کریاؤں میں کرتاپن کا ابھمان نہ اٹھنے دیا جاوے "جو بن جاوے سوئی اچھا۔یہی میرا گذارہ ہے" والی حالت اپنے آپ بنجاوے گی جس میں تشٹی بھی ہے اور پشٹی بھی۔یہی بھگوان کا آشے ہے۔سنئے وہ کیا کہتے ہیں۔ ؎

لگائیں جو محسوس اشیا سے من
تعلق سے خواہش کا ہو پھر ظہور

تعلق بڑھے ان سے اور ہو لگن
ہو خواہش سے غصے کا دل میں فتور

ہو غصے سے پھر تیرگی رونما
اسی سہو سے عقل ہو پائمال

اثر تیرگی کا ہے سہو و خطا
جو زائل ہوئی عقل آیا زوال (دل)

23.3.57

دوہا۔ راگ دویکھ کو جو تجے۔ کرت بجھے کی سیو۔
اندرین کو جے بس کرے۔ لیئے سانت کی بھیو (۲-۶۴)

بھاوارتھ۔ راگ دویش سے رہت ہو کر اپنی اندریوں کو بس میں کئے ہوئے جو پُرش سوتنترتا سے وشیوں کا سیون کرتا ہے۔ اُسے ہی پرساد۔ پرسنتا روپی ادتم پھل کی پراپتی ہوتی ہے۔

(تشریح) "اندریہ جے" یا ضبط حواس پر ویاکھیان سنتے سنتے ارجن ہمہ تن گوش ہو رہا تھا۔ بھگوان کا ایک ایک شبد اس کے ہردے میں اُتر رہا تھا اور ویرارجن سمادھان پوروک ان پر وچار کر رہا تھا۔ ایک طرف بھگوان نے اندریوں کو وشیوں سے ہٹا لینے کا اپدیش دیا اور پھر وشیوں میں جو راگ ہے اُسے دور کرنے پر زور دیا دوسری طرف اندریوں کو قابو کر کے اہم روپی آتما میں من لگانے کو کہا۔ وشیوں میں راگ ور چینتن آدی سے ہونے والے دوستوں کا بھی ذکر ہوا۔ ایسا وچار کرتے کرتے ارجن کے دل میں شنکا ہوئی کہ پھر تو بُدھیمان دھیر پرش کو اپنی اندریاں بالکل استعمال ہی نہیں کرنی چاہئے۔۔ نہ ہو گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ ایسے وکلپ پیدا ہو ہی رہے تھے کہ بھگوان تاڑ گئے کہ ارجن کے من میں شنکا ہو گئی ہے۔ اس کا چہرہ اضطراب

ظاہر کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ خوب کھلکھلا کر ہنسے۔ انھوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ جس سے ارجن کی موہ روپی نیند ٹوٹ گئی اور اس کی چت ورتی پھر سا و دھان ہو گئی۔ بھگوان نے اپنے سکھا کو آشواسن دیا۔ پیار کیا محبت بھری آنکھوں سے اس کی اور نہارا۔ جس طرح گائے اپنے بچھڑے کی اور دیکھتی ہے۔ یا جس طرح چڑیا اپنے بچے کو اُڑنے کی سکھلائی کرتے وقت ایک شاخ سے پھدک کر دوسری پر جا بیٹھتی ہے اور دیکھتی ہے۔ بچہ کیا کرتا ہے اور جب بچہ نہیں اڑتا۔ بلکہ وہیں موڑھ دشا میں بیٹھا رہتا ہے۔ پھر وہیں آ جاتی ہے۔ عین اسی طرح بھگوان جو اب تک برہم گیانی کے چن اور نکشن بیان کرتے کرتے برہم روپی خود مستی کے آکاش میں اُڑان مار رہے تھے۔ ارجن کو اپنے ساتھ اڑتا ہوا نہ پا کر پھر واپس اسی کے پاس آ پہنچے اور پیار بھرے شبدوں میں یوں گویا ہوئے۔ اے سرلتا کے دیوتا۔ او پیارے متر ارجن تو کس ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہے۔ اگر تیری بدھی کسی بات کو سویکار نہیں کر پاتی۔ تو شرم کس کا کرتا ہے۔ تجا کس بات کی ہے۔ آج تو برہم کی گود میں سنتھت ہے۔ تیرے سب سنکلپ ست ہوں گے۔ تو مُنہ مانگی مرادیں پائے گا۔ پتی برتا ناری کو کیا اپنی پتی سے یاچنا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادھیکاری شِشّ کیا گورو سے اُپدیش کی بھکشا مانگتے ہیں۔ سُن۔ انھوں نے جھٹ سے یہ شلوک کہدیا۔ انھوں نے کہا۔ تمہارا یہ وہم ٹھیک نہیں کہ آتم گیانی پرش کو اندریوں کے دیا پار بالکل بند کر دینا چاہئے۔ اگر اندریوں کو بہ تناہی تہ چھو تو پھر اندریوں پر فتح حاصل کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ پھر میرا سلوا کتھن فضول ٹھیرے گا۔ پھر جیون کریا کیسے سدھے گی۔ اور یہ کرتی کا نیم کیسے پالن ہو گا اور پرس یہ کرتی کا ناٹک کیونکر کھیلا جائے گا۔ بھائی۔ ایسی غلطی ہرگز نہ کرنا۔ اندریاں اپنے اپنے وشیوں میں وچریں تو ضرور۔ مگر ان کو وشیوں کی خوراک

دیتے وقت سادھان رہنا چاہیئے۔ تاکہ ان سے راگ دویش روپی میل انتہ کرن روپی شیشے پر جمنے نہ پاوے۔ اندریوں کا سارا ویوہار ایک مناسبت میں ہو اور اندریاں جو کہ بمنزلہ ہمارے اوزار کے ہیں۔ ہماری غلام ہوں۔ ہم اُن کے غلام نہ ہوں جو منش اپنی اندریوں کو قابو میں رکھ کر وشیوں کا سیون کرتا ہے۔ وہی ستھر بُدھی ہے اُسے پرسنتا۔ سوچھندتا پراپت ہوتی ہے۔ اندری جے کا پھل پرسنتا کوئی ہرش یا خوشی کی طرح انتہ کرن کی ایک برتی نہیں۔ بلکہ آتم نشٹی کی ایک اوستھا ہے۔ پرسنتا کا مطلب ہے شانتی نروکارتا۔ راگ دویش سے رہت ہونا۔ نرملتا وغیرہ جسطرح وشئے چنتن روپی بیج سے چت کی چپلتا یا کھشوبھ روپی شکتی پیدا ہوکر بُدھی ناش روپی پھل ملتا ہے۔ اسی طرح وشیوں میں راگ دویش رہت ہونا روپی بیج چت پرسنتا روپی شکتی کو پیدا کرتا ہے۔ جس سے بُدھی کی ستھرتا پراپت ہوتی ہے۔ چت جب پرسن ہوتا ہے۔ بُدھی سوئم ہی ستھر یعنی قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے جونہی چت کی پرسنتا آئی۔ بُدھی کی ستھرتا یا ستھت پرگیہ اوستھا اپنے آپ آملتی ہے۔ نروکارتا یا پرسنتا بدھی کی ستھرتا کا پردھان سادھن ہے اور بھی بہت سے سادھن ہیں۔ جن سے بُدھی یا چت ستھر ہو جاتے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے۔ سدا کے لئے نہیں۔ کیونکہ ان سادھنوں سے چت ایک نشچت سمے تک ہی ایکاگر ہو سکتا ہے۔ لیکن بُدھی یوگ کے ذریعہ چت کی مَیل ایکبار دھو ڈالنے سے یعنی وشیوں میں راگ دویش سے رہت ہو جانے پر چت جِس پرساد یا پرسنتا پراپت ہوتی ہے۔ جس سے بُدھی سدا کیلئے قائم ہو جاتی ہے۔ پھر ہرگز وچلت نہیں ہوتی۔ یہی سہج اوستھا ہے۔ جس میں آتم گیانی ہردم جاگرت رہتا ہے۔ اسی غرض سے بھگوان نے زور سے کہا ہے

جو کرتا ہے محسوس دنیا کی سیر نہ الفت کسی سے ہے جس کو نہ بیر

رہے نفس پر ضبط جس کو مدام ۔۔۔ وہ تسکین دل سے رہے شادکام (دل)

24.3.57

دوہا۔ شانت ہئے میں جو گنت ہوت دکھن کی ہان
بُدھ تبھی تھر ہوت ہے یہ تو نیکی مان (۲-۶۵)

بھاوارتھ۔ ہردے میں پرسنتا اتھوا شانتی کی پراپتی سے سب دُکھوں کا ناش ہو جاتا ہے پرسن چت پرش کی بُدھی ہی ستھرتا کو پراپت ہو سکتی ہے۔ یہ یقین جانو۔

(تشریح) پچھلے شلوک میں بھگوان نے اندریوں کو بس کرنے کا پھل پرسنتا نرملتا یا شانتی بتایا ہے۔ جس منش نے اپنے حواس پر باقاعدہ طور پر قابو پایا ہے۔ اسی کو یہ پرسنتا روپ پرساد حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کو نہیں۔ وہاں یہ بھی اشارتاً بتایا گیا ہے کہ یہ پرسنتا ہرش یا خوشی کی طرح کوئی من کی برتی نہیں۔ جو لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ آتم رتی آتم ترپتی۔ نجانند کی وہ اُتم اوستھا ہے۔ جو کسی بھی کرترم (بناوٹی) سادھن سے حاصل نہیں ہو سکتی اسی لئے اس اوستھا کو اکرترم (سوبھاوک) کہا گیا ہے۔ دوسرے شبدوں میں آپ اسے سہج یوگ کی لکشیہ روپی انتم اوستھا بھی کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ شریر اتھوا انتہ کرن سے اس کا کوئی سمبندھ نہیں۔ کسی سادھن وشیش سے پراپت ہونے والی ہیں۔ چنما ترستا کا سوبھاوک گن ہے۔ اسی واسطے یہی ترِیا ہے۔ جو ستھت پرگتا کا مانو اپنا نج استھان ہی ہے۔

اس شلوک میں بھگوان سرو دُکھوں کی نورتی اور پرم آنند کی پراپتی جو موکش پد ہے اس کی چت کی پرسنتا سے ایک روپتا بتانا چاہتے ہیں۔ ان کا

کہنا ہے کہ جن کے ہردے میں پرسنتا پراجمان ہو جاتی ہے۔ ان کے سرو دکھوں کا ناش ہو جاتا ہے اور تب ہی ان کی بدھی ستھر اچل اڈول اور سم روپ سے ستھت ہوتی ہے۔ یہاں "سرو دکھوں کا ناش" جو کہا گیا ہے۔ اس سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ کوئی شاید یہ سوچیں کہ ان کو شاریرک روگ نہیں ہوں گے۔ ان کو بھوک پیاس نہیں لگے گی۔ ان کے ہاں کسی پریہ بندھو کی مرتیو نہیں ہوگی۔ ان کے کبھی دھن کی ہانی نہیں ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ جب یجر وید کے چالیسویں ادھیائے ایشا واسیہ اپنشد کا دوسرا منتر لکھا جا رہا تھا۔ رشی کے ہردے میں جگیاسو کی یہی شنکا تھی جس کا سمادھان کرنے کے لئے انھوں نے لکھا کہ "منش کرم کرتا ہوا سو سال جینے کی چیشٹا کرے کیونکہ اس کے بغیر دوسرا کوئی رستہ نہیں۔"

یاد رہے کہ کھانا پینا پھرنا سونا اور جاگنا جنم اور مرن آتم گیانی اور اگیانی کے سمان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ شاریرک یاترا کے نیم دونوں کو یکساں ہی پالن کرنے پڑتے ہیں۔ گیانی انھیں ذرا زیادہ ساودھانی سے پالن کرتا ہے۔ اگیانی اگیان کی وجہ ان کے پالن میں دکھ مانتا ہے۔ جہاں تک باہری کام کا تعلق ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن دونوں کی مانسک اوستھا میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک تو شریر میں معمولی سے وکار کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ روتا ہے چلاتا ہے۔ اپنی قسمت کو کوستا ہے۔ ڈاکٹروں وئیدوں سے ہاتھ جوڑتا ہے۔ دیوی دیوتاؤں کے آگے ماتھا رگڑتا ہے۔ مڑھی مسانوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔ اپنی جان عزیز کو بچانے کیلئے دیگر جانیں تلف کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو شریر ماتر ہی جانتا ہے اور اس کے ناش سے اپنا ناش مانتا ہے۔ چونکہ یہ شریر ناشوان

اور وکاروان ہے۔ ہر وقت اس کے اندر تبدیلی رونما ہو کر بصورت علالت باعث رنج ہوتی رہتی ہے۔ لہذا ایسا منش ہر وقت دُکھ اور چنتا سے گھرا رہتا ہے اور دن رات سُکھ کی تلاش میں غلطاں پھرتا ہے۔ اگر کوئی مطلوب شے کا حصول ہوتا ہے تو چند لمحوں کے لئے سکھی محسوس کرتا ہے۔ اُسی کا انت پھر دُکھ ہوتا ہے۔ لہذا ان تمام لوگوں کے حصے میں سوائے رنج و تعب کے رکھا ہی کیا ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریر روپی ڈھول کی چھان بین کرکے آتم روپی لعل کو نکال لیا ہے۔ اب ڈھولی کی پرواہ نہیں کرتے۔ شریروں کے وکاروں کو اُتپتی اور وناش کو قانون قدرت کا معمولی کھیل جانتے ہیں۔ کسی بھی اوستھا میں گھبراتے نہیں۔ باحوصلہ باتمکین رہتے ہیں۔ اپنا شاریرک آرام کیا بلکہ اپنا شریر تک قربان کرکے اگر کسی کو آرام یا سُکھ دیا جا سکتا ہو۔ تو گریز نہیں کرتے۔ دُکھ اور سُکھ میں اور جیون کی تمام گھٹناؤں میں کسی معقول قانون کو کام کرتا دیکھتے ہیں۔ اس لئے اُنھیں کوئی گلہ وشکوہ نہیں۔ راضی برضا رہتے ہیں۔ سبھی اپنے ہیں کوئی غیر نہیں۔ کسی سے کوئی لین دین نہیں۔ تمام حساب کتاب سے فارغ رہتے ہیں۔ نہ انھیں چنتا ہے نہ غم نہ سُکھ ہے نہ دُکھ۔ نہ ہرش ہے نہ شوک نہ لوبھ نہ موہ نہ بھے نہ کرودھ۔ سدا ایک رس۔ آنند مے رس بھینی اوستھا۔ ایک پرسنتا۔ نرملتا۔ سوچھتا۔ سو چھندتا۔ گمبھیرتا۔ شانتی اور سرور میں قائم رہتے ہیں۔ اگر اُنھیں عام لوگوں کو ہونے والے سرو ویکار کے دکھوں سے چھٹکارا مل گیا ہوتا ہے تو عام لوگوں کے عام سکھوں سے بھی وہ فارغ ہوتے۔ "یہی دُکھ سکھ سے پرے اک پرم پد" ہے۔ جس کی طرف سنت کبیر نے اشارہ کیا ہے۔ اس میں وہ براجمان ہوتے

ہیں۔ جنھیں ہردے کی پرسنتا پراپت ہے اور وہی ستھت پرگیہ یا ستھر بُدھی پرش ہیں۔ اسی لئے بھگوان نے ارجن سے کہا ہے

دلِ پر سکوں میں کہاں آئے رنج — کہ دُکھ دور ہو جائیں مٹ جائیں رنج
جو پیدا ہو دل میں سکون و قرار — وہیں عقل قائم ہو اور استوار

25.3.57

دوہا۔ جوگ بن بُدھ نہیں۔ بُدھ بِن ہوئے نہ دھیان
دھیان بنا پُن سانت نہیں۔ تا بِن سکھ نہ سو جان (۲ - ۶۶)

بھاوارتھ۔ ایکت (یوگ رہت) پُرش کے بُدھی نہیں ہوتی اور بغیر بُدھی کے بھاونا نہیں ہوتی بھاونا کے بغیر شانتی نہیں ہوتی اور جو اشانت ہے اس کو سکھ کہاں سے ہوگا۔

(تشریح) ستھت پرگیہ کے لکشن بیان کرتے کرتے بھگوان جب ”اندریہ سنیم“ روپی ساتویں لکشن پر پہنچے تو انھوں نے ضروری سمجھا کہ اسے کھول کر بیان کیا جاوے۔ چنانچہ اُنھوں نے ثابت کرکے دکھلا دیا ہے کہ اندریہ سنیم سے ستھر بدھی کی پراپتی ہوتی ہے۔ اسی سے پرساد یا شانتی ملتی ہے۔ اس کے بنا بُدھی کا ناش ہو جاتا ہے۔ اب تک جو کچھ اُنھوں نے کہا ہے اس کا نچوڑ اس شلوک میں رکھ دیا ہے۔ انسانی زندگی کی زنجیر میں پانچ بڑی کڑیاں ہیں۔ جن سے یہ قائم رہتی ہے اور وہ ہیں یوگ (یُکتی) بدھی (ستھرتا) بھاونا یعنی نشچہ کی پختگی (پری نِشٹھتا) شانتی (تسکین) اور سُکھ آنند۔

پہلی کڑی یوگ ہے۔ یہ شبد ہندوستان میں بہت کچھ خلط ملط ہو چکا ہے۔ اس کا عام مطلب لوگ پتنجل رشی کے راج یوگ سے لیتے ہیں۔ اور

کچھ لوگ پرانا یام آدی کو ہی یوگ کہتے ہیں ۔ یہ شبد اتنا لوک پر یہ ہو چکا ہے
کہ ادھیاتم مارگ میں ہر سادھن کو ہی یوگ کے نام سے پکارا جانے لگا ہے۔
جیسے جپ یوگ ۔ منتر یوگ ۔ لے یوگ ۔ ہٹھ یوگ ۔ کرم یوگ ۔ بھگتی یوگ۔
گیان یوگ ۔ راج یوگ ۔ سرت شبد یوگ ۔ ناد یوگ ۔ کنڈلنی یوگ ۔ وغیرہ
وغیرہ گیتا نے تو ہر ادھیائے کا نام یوگ ہی رکھا ہے ۔ اس شبد کو تھوڑا واضح
طور پر بیان کرنے کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ اس کو جگہ بہ جگہ کئی معنوں میں استعمال
کیا گیا ہے ۔ سنسکرت کے پنڈت لوگ اسے یج دھاتو سے نکلا ہوا بتاتے ہیں۔
جس کا مطلب ہے جڑنا ۔ اس لئے جو ایشور اور جیو کو جوڑنے کا کام کرتا ہے
وہ یوگ ہے ۔ اسی معنی کو زیر نظر رکھ کر یہ بھی مان سکتے ہیں کہ جس راستہ سے
کوئی مسافر ایک جگہ سے چل کر اپنی منزل پر جاتا ہے ۔ وہ بھی مسافر کو اپنی منزل
سے جوڑنے کا کام کرتا ہے ۔ اس لئے یوگ کے معنی راستہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اس
کے علاوہ جن یکتیوں سے سادھک اپنا اگیان دور کرتا ہے ۔ سادھنا کے مارگ
میں اگرسر ہوتا ہے ۔ یا جس یکتی سے کسی کو اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی
ہوتی ہے ۔ وہ یکتی ہی اس کے لئے یوگ ہے جس شغل ۔ کریا ۔ ابھیاس سے
ہماری مطلب برآری ہو ۔ وہی شغل اور ابھیاس یوگ کہلا سکتے ہیں ۔ اس
طرح لوگ شبد سے مندرجہ ذیل مطالب اخذ ہوتے ہیں ۔ (۱) راستہ (۲) یکتی
(۳) شغل ۔ اب جہاں جہاں اس شبد کا پریوگ ہو ۔ وہاں کے نفس مضمون کے
مطابق ہی معنی لینے چاہئیں ۔

اس شلوک میں "ایکت" شبد استعمال ہوا ہے ۔ یعنی جو یُکت نہ ہو ۔ یُکت
کے معنی مطابق سمبندھت یا جڑا ہوا ہیں ۔ جیسے یوگ یکت ۔ یُکتی یُکت ۔ بُدھی
یکت وغیرہ ۔ دوسرے ادھیائے میں گیان یوگ کا ذکر ہو رہا ہے اور خاص کر

ان شلوکوں میں گیانی اور عارف کے لکشن بتائے جاتے ہیں ۔ اور ابھی ابھی بھگوان نے بتایا ہے کہ جن کی اندریاں بس میں نہیں ہوتی ۔ ان کی بُدھی نہیں ہوتی ۔ اب یہاں یہ کہا ہے کہ ایکت پرش کی بُدھی نہیں ہوتی مطلب وہی ہے کہ جن لوگوں کا جیون مریادت نہیں ۔ اندریوں کو قابو میں نہ رکھ کر جو وشیوں کے بھوگنے میں مناسبت نہیں رکھ سکتے ایسے اسینمی لوگ اندریوں کے غلام ہو کر ہوا کی ماریں رکھے ہوئے دیپک کی للاٹ کی طرح ہر وقت پھڑ پھڑاتے رہتے ہیں ۔ اس لئے ان کی بُدھی ہرگز ستھر نہیں ہو سکتی ۔ اس طرح سے امریادت جیون والے لوگوں کے بُدھی نہیں ہوتی ۔ اس کے بعد کہتے ہیں ۔ بُدھی کے بغیر بھاونا نہیں ہوتی جب بُدھی نشچہ آتمکا ہو جاتی ہے ۔ یعنی نشچہ اتنا درڑھ ہو جاتا ہے کہ بُدھی اسی کے انوروپ ہو جاتی ہے ۔ اور پھر اس شریر سے کاریہ اسی کے انوسار اپنے آپ ہونے لگتے ہیں ۔ اس میں سوچنے اور نہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ بدھی کی ایسی پری پکو اوستھا کا نام بھاونا ہے ۔ ایسی بھاونائیں ہر بدھیمان منش میں ہوتی ہیں ۔ اور ہر ایک جیوت سماج میں ہوتی ہیں اور یہ بھاونا ہی دراصل ہمارے اس مریادت جیون کا ۔ ہماری بُدھی کے کافی پرشرم اور ابھیاس دوارا کئے گئے نرنوں کا نچوڑ ہوتی ہے اور سماج کے نیتاؤں کے بُدھی پوروک فیصلوں کو اپنانا اور سماج کے جیون کا انگ بنا لینا ہی سماج کی بھاونا کا قائم ہونا ہے ۔ مثلاً ہندو سماج میں بھگوے رنگ میں کسی بھی سادھو کو دیکھ کر ہمارا سر جھک جاتا ہے ہم اس کی سیوا کر کے ان جل یا وستر دوارہ اپنے کو کرتارتھ مانتے ہیں ۔ یہ ہندو سماج کی ایک بھاونا ہے جو کہ سماج کی جان ہے جس نے ہمارے اس چوتھے آشرم کو اب تک زندہ رکھا ہے اور اسی کی بدولت ہماری ادھیاتمک دولت اب تک بھارت بھومی میں قائم اور موجود چلی آتی ہے ۔ چونکہ یہ دھارنا صدیوں گئے

کے تجربے کے بعد ہمارے خون میں داخل ہوئی اس کا باہر نکال پھینکنا اتنا آسان نہیں۔اس کے بنائے رکھنے میں سماج کا فائدہ بھی ہے۔

انفرادی طور پر ہم ایک بدھیمان پرش کا سنگ اسی کی بُدھی ممتا کی وجہ کی کرتے ہیں۔ ہم اسے اپنے جیسا ایک انسان خیال کرتے ہیں جس کی بُدھی ہماری بُدھی سے زیادہ تیز ہے۔اس لئے ہم اس سے کچھ سیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ حتیٰ کی اس انسان میں ہمیں کچھ ادھیاتمک جیون کے چن دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یا ان کے کچھ چمتکار پرگٹ ہو جاتے ہیں۔جن سے متاثر ہو کر ہم اور زیادہ ان کے انویائی ہو جاتے ہیں۔ ہماری بھاونا اس طرح تبدیل ہو جاتی ہے کہ جہاں ہم پہلے ان کو ایک سدھرا ہوا انسان خیال کرتے تھے۔اب ان کو ایک دیوتا یا خود خدا مانتے ہیں۔ وہ پُرش پھر ہمارا گورو کہلاتا ہے۔ ہماری بُدھی کچھ مریادہ میں رہ کر جب کچھ نشچہ کرتی ہے اور اس پر درڑھ ہو کر اسی کا روپ دھارن کرتی ہے یعنی وہ نشچہ دھارنا میں آجاتا ہے تو وہی ہماری بھاونا ہوتی ہے۔اب جن کا جیون مریادت نہیں ہے یا سنجم میں نہیں ان کو بُدھی یا بُدھی یوگ کی پراپتی نہیں ہوتی اور جن کے بُدھی نہیں ان کو بھاونا نہیں ہو سکتی۔بغیر ستھر بدھی کے بھاونا کا ہونا ناممکن ہے۔

بھاونا یا بُدھی کی درڑھتا کے بغیر شانتی نہیں مل سکتی۔اس سنسار میں تمام پرانی اشانت ہی نظر آتے ہیں۔ہر کوئی ایک نہ ایک کمی اپنے اندر محسوس کر رہا ہے۔کوئی نہ کوئی واسنا ان کو جلا رہی ہے۔اپنے آپ کو سکھی اور شانت کرنے کا جتن ہر کوئی کر رہا ہے۔لیکن وہ شانتی اور سکھ اب تک جیوؤں کے ہاتھ نہیں لگا۔بھگوان اس کا علاج بتا رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے اگر سکھ و شانتی کے متلاشی ہو تو بھاونا پیدا کرو۔نشچہ آتمک بُدھی کا آشرہ لو۔جیون میں مریادہ کو دھارن کرو۔اپنی خواہشات

اور ضروریات پر قبضہ کرو۔ اپنی اندریوں کا سنجم کرو۔ شریر اور آتما۔ جسم اور جان ان کی تحقیقات کرو۔ اور اپنے لئے زندگی کے فیصلے کرو۔ ان کو منن اور ندھیاسن کر کے اپنے جیون کا انگ بنا لو۔ یہی نشچے کی درڑھتا۔ بُدھی کی ستھرتا میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور رفتہ رفتہ بھاونا بن جاوے گی۔ جب اس طرح ہمارا جیون پراکرتک ہو جائے یعنی مریادت ہو۔ ہر کام میں ہم مناسبت کا خیال رکھیں۔ ہمارے آہار ویوہار اور وچار شدھ اور سوکشم ہو لیں تو بس پھر شانتی ہماری دست بستہ غلام ہو جاوے گی۔ لہذا بھاونا کے بغیر شانتی نہیں۔ اور اگر شانتی نہیں۔ چت ہر وقت چلائمان رہتا ہے۔ من چنچل ہے۔ اندریاں قابو میں نہیں تو بُدھی کی وہی حالت ہوتی ہے۔ جو بے لگام منہ زور گھوڑے پر سوار کی اس اوستھا میں سکھ یا آرام خواب میں بھی میسّر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بھگوان نے زندگی میں سکھ پراپتی کے لئے ضروری شرطیں اس طرح سرل روپ میں بتا دیں۔ انھوں نے ارجن سے کہا ۔

نہ ہو دل پہ قابو تو دانش محال ۔۔۔ نہ ہو دل پہ قابو تو بھٹکے خیال
پریشان خیالی سے آئے نہ سکھ ۔۔۔ جسے سکھ نہ آئے سدا اس کو دکھ

(دل 31.3.57)

دوہا۔ اندری جت جت پھرت ہے تت تت لیا وے کھینچ
من جو بدھ ہر لیت ہے۔ وایو ناؤ جیوں کھینچ (۲-۶۷)

بھاوارتھ۔ جہاں جہاں اندریاں وچرتی ہیں۔ وہاں وہاں من کو بھی ساتھ کھینچ کر لے جاتی ہیں اور اندریوں کے ساتھ رمن کرنے والا من منش کی بُدھی کو اس طرح ہر لیتا ہے۔ گمراہ کر دیتا ہے جس طرح ہوا ناؤ کو۔

(تشریح) شلوک ۶۴ میں بھگوان نے بتایا تھا کہ جو لوگ اندریوں کو بس میں کرکے اور راگ دویش سے رہت ہو کر وشیوں کا سیون کرتے ہیں۔ وہی ستھر بدھی اور شانتی کو حاصل کرتے ہیں۔ یعنی اندریہ وشیوں میں رمن تو کریں۔ لیکن اپنے مالک دیہی کی آگیا انوسار اور ان میں راگ دویش بھی ہونے نہ پاوے۔ چاہے جب ان سے الگ ہو جائیں۔ اس سے بدھی میں کوئی کلپنا نہیں ہوتی اور سکھ شانتی کی اوستھا بنی رہتی ہے۔ اس کے برعکس جن لوگوں کی اندریاں قابو میں نہیں۔ ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ وہ اس شلوک میں درشایا گیا ہے۔

ہر ایک اندری اپنے سوبھاؤ کے انوسار اپنے وشے کو گرہن کرتی ہے۔ مثلاً نیتر کا وشے روپ ہے۔ لہذا آنکھ روپ کو دیکھتی اور آشکارہ کرتی ہے۔ آنکھ کا روپ کو دیکھنا عین قانون قدرت کے مطابق ہے۔ دیکھنے میں روپ اچھا سہاونا بھی اور خراب ڈراونا بھی دونوں شامل ہیں۔ اچھے کو اچھا جاننا اور خراب روپ کو خراب جتلانے میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اچھے روپ سے مانوس ہو جانا اور ڈراونے روپ سے خائف ہو کر دور بھاگنا۔ اندریوں کو وشیوں کا غلام بناتا ہے۔ جو کہ قابل ترک ہے۔

ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب تک من اندریوں کے ساتھ شامل نہ ہو تو کوئی اچھے برے یا گرہن تیاگ کی برتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا اندریوں کے وشیوں کا اصلی بھوگتا من ہے۔ کیونکہ دکھ سکھ اور راگ دویش یہ من کے دھرم ہیں۔ بے قابو اندریاں جہاں کہیں اپنے وشیوں کے پیچھے دوڑتی ہیں۔ من بھی اپنی پھنساوٹ کی وجہ سے ان کے پیچھے بھاگا جاتا ہے۔ اسی لئے کہا ہے کہ اندریاں من کو بھی ساتھ کھینچ کرلے جاتی ہیں۔ من ہی وشے آسکت ہو کر

ان میں رس لینے لگتا ہے۔ جس سے وشے انوراگی ہو کر اپنا کرتویہ کرم بھول جاتا ہے۔ وہ اتنا پرماد یکت ہو جاتا ہے۔ سوچ وچار کرنے کے بجائے بدھی کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کرلے جاتا ہے۔ جس سے بدھی بھی ٹھیک نرنہ نہیں کر پاتی۔ جس طرح ناؤ وایو کے ویگ سے جل میں کہیں کی کہیں بہہ جاتی ہے۔ اسی طرح بدھی بھی من کے ویگوں سے دھکیلی جا کر وشے رس پان روپی جل میں بہنے لگتی ہے اور سنسار روپی اتھاہ ساگر میں جنم مرن روپی لہروں کے تھپیڑے کھا کھا کر نڈھال ہو جاتی ہے ایک دم کے لئے چین نہیں لے سکتی۔

اسی لئے بھگوان شری کرشن اپنے متر ارجن کو ہوشیار کرنے کی غرض سے بار بار "اندری جے" یعنی اندریوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے حکم دے رہے ہیں۔ کیونکہ گیان یوگ کے اس ادھیائے میں ستھر بدھی یا تو گیانی پرش کے لکشنوں پر بات چل پڑی تھی۔ بھگوان کو یہ تمام راز کھولنے پڑے اندریوں کو قابو کرنے کے فوائد۔ ان کے بے قابو ہونے کے نقصان بار بار جتلائے جا رہے ہیں۔ تاکہ یہ بات دل نشیں ہو جائے کہ ہر انسان کو جو مکمل انسان بن کر سکھ اور شانتی کا جیون بسر کرنا چاہتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ وہ اپنی اندریوں پر پورا قابو رکھے۔ من کا نگراں رہے۔ بدھی کا ساکشی بنے۔ تمام کرموں میں راگ دویش سے رہت۔ اسنگ اکرتا ابھوگتا رہے۔ درشٹا ید پر براجمان رہ کر اس مہلت جسمانی کو پورا کرے۔ تاکہ نجانند کا انوبھو ہو سکے اسی لئے انھوں نے کہا ہے

حواس آدمی کے بھٹکتے ہوں گر ہو اس ہرزہ گردی کا دل پر اثر
تو دل عقل کو لے چلے اس طرح کہ طوفاں میں کشتی بہے جس طرح

دوہا۔ جن اندری جیتی سبے۔ ٹھور ٹھور تے آن
بجھے تیاگ ہی جن کیئو۔ تھر بُدھی تاہیں مان (۲-۶۸)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ جن پُرشوں کی اندریاں وشیوں کا سب پرکار سے تیاگ کرکے وش میں کی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کی بُدھی ہی ستھر ہوتی ہے۔
(تشریح) "ضبط حواس" کے اس باب میں یہ آخری شلوک ہے۔ یہی فیصلہ ہے شروع میں سادھک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جہاں جہاں من جاوے اس کو روک کر پھر واپس لاوے اور پھر سادھن میں لگا دے۔ اسی طرح جہاں جہاں اندریاں وشیوں میں وچریں۔ وہاں وہاں سے اندریوں کو روکے وچار دوارا ان کو گرنے سے باز رکھے۔ اس طرح کا لگاتار سادھن کرنے پر جب اندریاں اس قدر سدھ جاتی ہیں کہ وہ وشیوں میں رمن کرنے پر بھی گرفتار نہیں ہوتی ہیں۔ اور جب پرش چاہے۔ وشیوں سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اپنی اتر بتی پرگٹ نہیں کرتیں۔ بلکہ نشچل ہو جاتی ہیں۔ ایسی اوستھا میں من بھی نشچل رہتا ہے اور بُدھی بھی چلائمان نہیں ہوتی۔ اسی اوستھا کو ہی ستھر پرگیتا کہا ہے یعنی جن لوگوں کی اندریاں وشیوں کا تیاگ کئے ہوئے راگ دویش سے رہت اور نشچل ہیں۔ وہی ستھر بُدھی ہیں۔ انہی کے لئے بھگوان کا یہ کتھن ہے ۔

جو انساں حواس اپنے روکے رہے نہ محسوس اشیا پہ بھٹکا پھرے
تو سن لے مری بات ارجن قوی کہ ہے قائم العقل انساں وہی

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سدھ پُرش کی اندریاں چاہے جہاں وچریں" ان پر سنجم کی ضرورت نہیں۔ سدھ تو اپنے بدھی من اور اندریوں کو اپنے قابو

میں رکھنے سے ہی سدھ ہوا ہے۔ وہ کیونکہ اپنی اندریوں کو بے قابو ہو کر کھلا و چرنے دیتا ہے۔ ستھر بُدھی والا پرش بھی اگر اپنی اندریوں پر سنیم نہیں رکھے گا تو وقت پاکر اس کا من بھی قابو سے باہر ہو کر اندریوں کے پیچھے بھاگے گا اور اس کے ساتھ بدھی بھی جاتی رہے گی۔ جس کا نتیجہ یقینی طور پر گراوٹ ہوگا۔ لہذا گیتا کے انوسار "اندریہ سنجم" سادھک اور سدھ سب کے لئے ضروری ہے

دوہا۔ جوگی جن جاگرت ہے تہاں۔ جہاں سبھن کی رات
جیو جاں جاگرت سبھے۔ سومنی کو نس بھات (۲۔ ۶۹)

بھاوارتھ۔ سمپورن بھوت پرانیوں کے لئے جو رات ہے وہاں پر بدھ یوگی جاگتا ہے اور جو جیووں کی جاگرت ہے وہ تتو گیہ منی کے لئے راتری ہے۔

(تشریح) اس شلوک میں ستھت پرگیہ یا عارف کامل کا آٹھواں لکشن بتایا جا رہا ہے۔ اس شریر کی دن رات میں تین اوستھا ہوتی ہیں۔ جاگرت۔ سوپن سوشپتی۔ جاگرت دن کی اوستھا ہے اور سوپن سوشپتی رات کی۔ یہاں گیانی اور اگیانی کے نشچے اور اوستھا بھید کو جتلانے کے لئے جاگرت اور رات دو شبدوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ جاگرت اوستھا میں ستھول شریر معہ گیان و کرم اندریہ یعنی سوکشم شریر کام کرتا ہے اور سوپن میں صرف سوکشم شریر سوشپتی میں دونو گم ہوتے ہیں۔ آتم گیانی یوگی جس نے آتما کا ساکشات کیا ہے۔ وہ اب نت آتما میں رمن کرتا ہے۔ آتم کریڑا کرتا ہے۔ آتم رت اور آتم ترپت ہے۔ لہذا وہ آتم

میں جاگرت ہے۔ اس کے شریر من اندریہ سروآتم رت ہو رہے ہیں۔ آتماہی کی
سیوا ارچن پوجن میں لگے ہوئے ہیں۔ اس وشئے سے ناواقف لوگ آتما کی جانب
سے بے بہرہ سوئے ہوئے کے سمان ہیں: وہ گویا اس لحاظ سے راتری کال
میں رہ رہے ہیں۔ لیکن سنسار اور سنسار کے پدارتھوں اور موہ مایا کے اندر
لپٹے ہوئے وہ شاریرک جیون بسر کرتے ہیں جو کہ عام لوگوں کی جاگرت اوستھا ہے
وہ مُنی کے لئے سوپن یا سشپتی سمان ہے۔ گویا منن شیل گیانی ان تمام سے بالاتر
لاپرواہ غنی اور بے نیاز برتتا ہے۔ یہی گیانی کی رات ہے۔ بقول دل صاحب ؎

جیسے رات کہتی ہے دُنیا تمام ۔۔۔ نگاہوں میں عارف کی دن ہے مدام
جو دن اہل عالم کے نزدیک ہے ۔۔۔ وہ عارف کی شب ہے کہ تاریک ہے

یہی نہیں کہ آتما کی درشٹی سے سنیمی اور سنساری میں فرق ہے بلکہ ستھر بدھی پُرش کا
نقطہ نگاہ عام لوگوں سے بالکل علٰحدہ اور بھِنّ ہو جاتا ہے۔ چونکہ زندگی کا زاویہ
نگاہ (درشٹی کون) ہی بدل جاتا ہے۔ لہٰذا وہ تبدیلی اس کی زندگی کے ہر پہلو
میں نمایاں ہونے لگتی ہے۔ مثال کے طور پر بھوجن شریر رکشا نمت ضروری ہے
شریر کے اندر جب ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے پران روپی اگنی کو روشن رکھنے کیلئے
کچھ نہیں ہوتا اس وقت بھوک لگتی ہے۔ اس وقت اگر بھوجن وغیرہ نہ کیا جائے تو
پران روپی آگ شریر کی ہڈیوں اور مانس آدی کو ہی بھسم کرنے لگتی ہے اور
کچھ عرصہ اگر بھوجن نہ کیا جائے تو پران کی آگ شریر کو بھسم کر کے سوئم بھی
شانت ہو جاتی ہے۔ اس لئے شریر کو بنائے رکھنے کے لئے بھوجن کی ضرورت
ہے۔ لیکن عام لوگ اس پیٹ کے بھرنے کو اس قدر مہتو دئے بیٹھے ہیں۔ کھانے
کی اشیا کے ذائقے میں اس قدر گرفتار ہیں کہ ہماری زندگی کا بہترین حصہ خوراک کے
مہیا کرنے۔ اس کے تیار کرنے اور کو کھانے میں ہی لگ جاتا ہے۔ کتنی بھاری تعداد

بیل انسان صرف اسی ایک کام کو کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلے پر ستھر بدھی پُرش کی لو ستھا دیکھئے۔ وہ کھانے میں ایک بوجھ محسوس کرتا ہے۔ شریر نرباہ ارتھ چونکہ اس کے بغیر گذارہ نہیں۔ نہایت لاچاری سے جو کچھ ملتا ہے اُسے بھوک سے خلاصی پانے کی غرض سے کھا لیتا ہے اس کا نظریہ صرف اتنا ہے کہ چونکہ اس مشین سے کام لینا ہے۔ اس کی مناسب ضرورت کو بھی پورا کرتا ہے تاکہ وہ کام کے قابل رہے اور باعث تکلیف نہ ہو۔ اس کے کھانے میں سواد یا ذائقہ کی برتی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ عام لوگوں کو اپنے بھوجن میں سواد رہ آنند اور موج کا بھاؤ ہوتا ہے۔ اس طرح جہاں ستھر بدھی پرش کا کھانا سادہ۔ شدھ کم سے کم محنت اور تفکر سے تیار ہوتا ہے۔ جس سے وہ ستوگن کی بردھی کرنیوالا ہوتا ہے۔ وہاں سنساریوں کا بھوجن بھوگ تے۔ ولاستا پورن۔ بہت بڑی محنت اور فکر کے بعد حاصل ہوتا ہے جو رجوگن اور تموگن کے بڑھانے والا ہوتا ہے۔

اسی قسم کا فرق ان کے پہننے (لباس) میں دکھائی دیتا ہے۔ عام سنساری انسان کو پوشاک کا کس قدر پابند رہنا پڑتا ہے۔ رات کی پوشاک اور۔ صبح کی اور۔ دفتر کی پوشاک اور۔ کالج اور۔ سماج میں دوسرے قسم کی۔ تو کھیل میں ایک اور ہی پرکار کی۔ اور دھارمک سبھا سوسائٹی میں ایک نرالا ہی نمونہ۔ لہٰذا اُسے ہر جگہ بناوٹ اور نمائش سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ اوپر کی سجاوٹ اس کے من کا لکشن ہو جاتا ہے۔ لیکن عارف کامل کی ہر بات سوبھاوک سرل اور صاف ہوتی ہے اور اس کا دیوہار دوسروں سے صاف صاف علیٰحدہ دکھائی دیتا ہے۔

ستھ تے پرگیہ کی بول چال بھی دوسروں سے بالکل دلکش اور نرالی ہوتی

ہے۔ عام آدمی دل کے اندرونی بھاوؤں کو چھپاکر اوپر سے بول چال دوسرے
ڈھنگ سے کر سکتا ہے۔ زبان سے جس کی تعریف کرتا ہے۔ دل سے اس کی نندا
کرتا ہے۔ یا اُسے زک پہنچانا چاہتا ہے اور موقع محل کے مطابق اپنی بول چال کا
ڈھنگ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ گویا اس کا برتاؤ کپٹ دمبھ اور متھیا چار سے آلودہ
رہتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس قائم العقل بے لوث تتو گیانی کا ڈھنگ بول چال
کچھ دوسرا ہی ہے۔ اس میں بناوٹ نہیں۔ جو کچھ دل میں ہے۔ وہی زبان پر ہے
سب کا آتما سب کا سوہرد سرو بھوتوں کے ہت میں رَت رہنے والا۔ سب کا
ہت سوچنے والا جب پیار بھری بانی بولتا ہے تو ہنسک پشو بھی اپنی ہنسا
برتی کو بھول جاتے ہیں تو انسانوں کا کہنا ہی کیا ہے۔ ان کی بانی سے سب کو
سکھ ملتا ہے۔ وہ مدھر بھاشی اگر کسی وقت کڑوا بھی بولتے ہیں تو وہ ڈاکٹر کی دوائی
کی طرح انت میں میٹھا ہوتا ہے۔ ماں کی ماتا سے دی ہوئی گالی بچے کو ماں کے
اور نزدیک لے جاتی ہے ان کا برتنا نشکپٹ اور چھل یا دمبھ سے رہت ہوتا ہے۔

اسی طرح عام لوگوں کا ہر کام مان کی درشٹی سے ہوتا ہے۔ غرض اور رنجی
بُدے کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ لیکن گیانی مان اپمان کی پرواہ نہیں کرتا۔
وہ ان سے اوپر رہ کر لاغرض ہو کر جنتا کے ہت میں فرض جان کر سب کام کرتا
ہے۔ عام انسان اپنے ہت چاہنے والوں کا ہت اور اپنے دویشیوں کا اہت
چاہتے ہیں۔ لیکن برہم گیانی محقق اپنے دشمن کیا قاتل تک کا ہت ہی چاہتے ہیں۔
وہ کسی کا اہت چنتن کر ہی سکتے نہیں ان کا کوئی غیر نہیں۔ اور اپنا اہت کوئی کرنا
نہیں چاہتا۔ اسی لئے وہ سرو بھوتوں کے ہت میں رَت ہونے میں لاچار ہیں۔

اب ستھت پرگیہ کا نشچے باقی پرانیوں سے کیونکر ولکشن ہوتا ہے۔ اس کا ملاحظہ
ہو۔ ستھر بدھی والا اپنے آپ کو آتما برہم دیاپک پورن نراکار نروکار ایک ادویت

ست چت آنند روپ جانتا ہے اور اج ابناشی اور الوپ مانتا ہے۔ اکرتا ابھوگتا
اسنگ ساکشی نیتہ و بُھوا کھنڈ دیکھتا ہے۔ جبکہ عام انسان اپنے تئیں ایک شریر
خاص نام والا۔ فلاں کا بیٹا۔ فلاں گاؤں۔ تحصیل ضلع کا رہنے والا۔ دولت کا مالک
صاحب اقبال۔ اچھے کرموں والا۔ اتنی عمر۔ ایسا رنگ۔ ایسی جاتی وغیرہ مانتا
ہے۔ اپنے آپ کو جنم مرن کے چکر میں گرفتار۔ الپ شکتی۔ لاچار اور مجبور دیکھتا ہے۔
کرتا بھوگتا بن کر انیک کرموں کا بوجھ اپنے اوپر لیتا ہے۔ اس طرح دونو کے نشچہ
اندھیرے اور روشنی کی مانند ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔

گیانی کے کام چونکہ بے غرضانہ ہیں۔ وہ اپنے کاموں کے نتیجہ سے مطلب نہیں
رکھتا۔ اس لئے وہ سچا کرم یوگی ہے۔ پھل اچھا رہت کرم کرنے سے وہ شریر سے
کرتا ہوا بھی آتم درشٹی سے اکرتا ہے۔ وہی اصلی معنوں میں اسنگ اور ساکشی ہے
لیکن عام پرانی ہر کام میں ایک غرض مدنظر رکھ کر کرتاپن کی درشٹی سے کام کرتا
ہے۔ لہذا وہ کرتا ہے اور وہی بھوگتا ہے ایک کاموں کے نتیجہ کے طور پر بالکل
آزاد ہے۔ دوسرا ان کے پھل سروپ دُکھ سکھ کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ گیانی اور اگیانی کے نشچہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

گیانی اور آگیانی کی جیون درشٹیوں کے فرق کو جتلانے کے لئے ہی گیتا نے
اس شلوک کو رچا ہے۔ ظاہرا طور پر بھید نہ ہوتے ہوئے بھی اندرونی اوستھا کا
بھید ضرور ہے۔ جس کو دن اور رات کی مثال دیکر سمجھایا گیا ہے۔ جہاں عام بھوت
پرانی سو رہے ہیں۔ بے خبر ہیں۔ وہاں گیانی جاگتا ہے۔ باخبر ہے۔ اور جس اوستھا
میں عام انسان باخبر ہیں۔ منی یا منن شیل مہاتما سوتا ہے یعنی بے خبر رہتا ہے۔ اُسے
وہ تمام اشیا جو عام لوگ دیکھتے ہیں۔ گیانی کو سوپن وت پرتیت ہوتی ہیں۔ وہ
ان کو حقیقی نہیں جانتا۔

دوہا۔ جیسے جل سب سرت کو ملت سمدرے جائے
یتوں سمان سب کامنا سانت رہے تیں آئے (۲۔۷۰)

بھاوارتھ۔ جس طرح سب ندیوں کا پانی سمندر میں جاکر سما جاتا ہے اور اس کو چلائمان نہیں کر سکتا۔ اس طرح سب کامنائیں جس بدھیمان پرش میں بغیر وکار پیدا کیے سما جاتی ہیں۔ وہی شانتی کو لابھ کرتا ہے۔

(تشریح) اس شلوک میں سنھر بدھی اتھوا گیان یوگ کی مہما گائی گئی ہے۔ گیان یوگی کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ سمندر میں چاروں طرف سے ندیوں کا پانی آکر دن رات گرتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود سمندر ان کو اپنے اندر سما لیتا ہے وہ اپنی مریادہ کا اُلنگھن نہیں کرتا۔ اپنی حدود میں قائم رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ پانی کی کثرت سے اپنے سوبھاو کا تیاگ نہیں کرتا۔ بلکہ اچل رہتا ہے۔ اسی طرح گیانی پرش کے اندر بھی سب پرکار کی کامنائیں لین ہو جاتی ہیں اور وہ اس کے من پر کوئی پربھاؤ نہیں چھوڑتی۔ اس کی بدھی میں کوئی وکار یا تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ گیانی پُرش بھی سمندر کی مانند اپنے سوبھاو میں آتم سروپ نیشٹھا میں اچل استھت رہتا ہے۔ ڈولتا یا گھبراتا نہیں۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کامنائیں گیانی کے اندر کیوں کر سما جاتی ہیں اور اس کے من پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔ جواب میں ہمارا اتنا کہنا ہے کہ سب سے پہلے گیانی کی ستھتی کو سمجھنا ضروری ہے۔ جس سے شک کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔ گیانی نے اندریہ دمن اور من اُپشم روپی سادھن کر کے منو ناش اور واسنا کھشے پورن روپ سے کر لیا ہے۔ اندریوں کو اپنے بس میں کر لینا ہی اندریہ دمن ہے اور من کو ایک لکشن پر لگانے کا ابھیاس کر کے چنچلتا سے رہت کر دینا ہی من اپشم

ہے ۔ جنھوں نے ان سادھنوں کو ٹھیک طرح سے سادھ لیا ۔ ان کا منو ناش ہی ہوا
جاننا چاہیئے ۔ اس اوستھا میں واسنائیں اُٹھنے کا ساہس ہی نہیں کر پاتی ۔ جو نہی
اٹھتی ہیں ۔ کوئی آدھار نہ پاکر بیٹھ جاتی ہیں ۔ اندریوں کے سمکش اپنے اپنے وشئے تشریف
لاتے ہیں ۔ لیکن روشن ضمیر کے سدھے ہوئے من کے سامنے لاچار ہو جاتے ہیں ۔ اس پر
کوئی اثر نہیں کرتے ۔ جس سے بتدریج سب پرکار کی کامناؤں کا ناش ہو جاتا ہے ۔ اسی کا
نام واسنا کھشے ہے ۔ اس طرح سے گیانی کی نجی کامنائیں پہلے ہی شانت ہو گئی ہوتی ہیں ۔
اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی اُس کی آنکھوں کے سامنے روپ ۔ کانوں کے پاس آواز ۔ ناک
کے قریب سُگندھ وغیرہ آتے ہیں ۔ وہ اُن کا اوشکتا انوسار اُپ بھوگ کر کے بھی الپت
اور اکرتا رہتا ہے ۔ کیونکہ وہ اپنے گیان کے بل سے انھیں اپنے آتم سروپ میں ملا لیتا ہے
جہاں قائم ہو کر وہ کرتا پن ۔ کریا اور کرم سے ہی فارغ رہتا ہے ۔ اس طرح تمام کامنائیں
گیانی کے پاس آکر گویا پورنتا کو پراپت ہوتی ہیں ۔ یا سماپت ہو جاتی ہیں ۔ اس کے من
بُدھی پر اثر نہیں ڈال سکتی ۔

گیانی کے اندر اب کامنائیں اٹھتی نہیں ۔ بلکہ اُٹھائی جاتی ہیں ۔ جس طرح سمندر کے
پاس تمام ندیاں اپنا اپنا جل لئے ہوئے دوڑتی آتی ہیں اسیطرح برہم دتیا منو گیانی کے
پاس سب پرکار کی کامنا سے یکت جیو تینوں تاپوں سے تپائے ہوئے شانتی لابھ کیلئے
حاضر ہوتے ہیں ۔ تمام بھوگ پدارتھ سیوا میں ارپن کرتے ۔ اس کے شریر کی سیوا پوجا
آدی کرتے ہیں ۔ اپنی کامنائیں اس کے سامنے رکھتے ہیں ۔ وہ بھی اپنی شان ذاتی
میں قائم رہ کر اُن کے ساتھ اس تماشے میں پورا پورا حصہ لیتے ہیں اسے آتم دیو کا ایک
کھیل محض سمجھتے ہیں اور دل پر کوئی اثر نہیں ہونے دیتے ۔ وہ اندر سے شانت کے
شانت رہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دُکھوں سے پیڑت سنساری جیو جونہی کسی مہان پرش
کے نزدیک جاتے ہیں ۔ شانت ہو جاتے ہیں ۔ جو دل میں شکوک لے کر جاتے ہیں ۔

ان کے شک رفع ہو جاتے۔ اس راز کو وہی جان سکتے ہیں۔ جن کی زندگی باعمل ہے۔ جنھوں نے کسی ست پرش کی سنگت کی ہے اور اپنے من کو ابھیاس کیا ہے۔

گیتا اسی لئے گیانی کے گیان کی مہاکہہ رہی ہے۔ عام لوگ کاموں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ پریشان ہوتے ہیں۔ شانتی لابھ نہیں کرتے۔ اس کے برعکس تمام کامنائیں ستھت پرگیہ کے اندر داخل ہو کر اپنا روپ ہی گم کر دیتی ہیں۔ آتم سروپ میں حل کر دہی روپ ہو جاتی ہیں۔ لہذا جن لوگوں کا ایسا نشچہ ہو چکا ہے اور ایسی بھاونا ہو گئی ہے کہ اس سارے وشو میں سوائے آتما کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ سب منگل ہے۔ سب شبھ ہے۔ انہی کو شانتی مُنہ دکھاتی ہے۔ اسی لئے بھگوان برہم گیانی کا گوروگاتے گاتے اکھاتے نہیں۔ ان کا ہی کہنا ہے

سمندر میں غائب ہوں دریا ہزار — رہے گا وہ لبریز اور باوقار
سب ارماں ہوں گم جنکے سینے میں بس — وہی پائیں راحت نہ اہل ہوس

(دل)

دوہا۔ تج کے من سب کامنا۔ جے نسپریہی ہوئے
اہنکار ممتا تجے۔ تا ماہیں شانت سموئے (۲-۷۱)

بھاوارتھ۔ جو پُرش سب پرکار کی کامناؤں کا تیاگ کر کے اہنکار رہت ممتا رہت اور سپریھا رہت ہو کر برتتا ہے وہی شانتی کو پراپت ہوتا ہے۔

(تشریح) ستھت پرگیہ کے لکشنوں میں سب کامناؤں کے تیاگ کو ایک خاص استھان دیا گیا ہے۔ جہاں اندریہ سنیم کو ایک بہت ضروری انگ بتلایا ہے۔ وہاں کامنا تیاگ بغیر شانتی کی پراپتی ناممکن کہی گئی ہے۔ سرو کامنا

تیاگ کا ذکر چونکہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس لئے اب دوبارہ پھر گیتا اُسے یہاں کیوں دُہراتی ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے۔ کامنا کے تیاگ کے ساتھ اب نسپیر یہی ہونا بتلایا ہے۔ جب واسنائیں نہیں رہیں گی تو سپریہا بھی سوئم شانت ہو جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود گیتا نے خاص طور پر نسپیریہ ہونے کا حکم کیا ہے۔ اس کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ ہے آخری سوکشم اچھّا۔ جو کہ تمام دوسری کامناؤں کے تیاگ کے بعد بھی بنی رہتی ہے۔ یعنی جینے کی لالسا۔ شاریرک جیون سے پیار۔ جس کے پھل سروپ سوکشم اہنکار اور ممتا بھی ساتھ لگے رہتے ہیں۔ بھگوان جس ستھر بدھی پُرش کی تصویر کھینچ رہے ہیں۔ وہ اس کے تمام پہلوؤں پر دھیان رکھ رہے ہیں اور اُسے ہر طرح سے مکمل کر کے ہی اپنے سکھا کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ اب تک جو کہا گیا جن لکشنوں کی دیا کھیا کی گئی ہے۔ اُن سے خاکہ کشی پوری نہیں ہوئی۔ غلط فہمی کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ اس لئے جھٹ سے انھوں نے کہہ دیا۔ سنو بھیّا۔ یہیں بس نہیں۔ بلکہ سب پرکار کی کامناؤں کے تیاگ کے ساتھ جیون کی آشا روپی کامنا کا بھی تیاگ ضروری ہے۔ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ سنھت پرگیہ پُرش پھر مرنے کی آشا کرتا ہوگا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ شریر سے اوپر رہتا ہے۔ اس لئے جینے اتھوا مرنے دونو کی کامنا نہیں رکھتا۔ اس کے لئے یہ جینا اور مرنا محض ایک کھیل ہے۔ جس سے نیارہ رہ کر وہ پرسن ہوتا ہے۔ آنند اور موج مناتا ہے سرور ذاتی میں مست گھومتا ہے۔ جیسا کہ کسی مہاتما کا بچن ہے ؎

دائرہ دُنیا کا پہیے کی طرح ہے گھومتا مستیٔ معنی میں عارف ہے ہمیشہ جھومتا

جب پُرش میں جینے کی آشا یا لالسا نہیں رہتی تو اس کا شریر کا ابھمان اور ممتا دونو کا اپنے آپ ناش ہو جاتا ہے۔ پھر وہ "نرہنکار" اور "نرمم" ہو کر وچرتا ہے

وِہار کرتا ہے۔ پرسنتاپوروک شریر یاترا کو پورن کرتا ہے۔ یہاں پھر یہ شک ہوسکتا ہے کہ ایسی حالت میں سنھت پرگیہ ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر نکما آلسی ہوتا ہوگا اس سے جہان کا ریہ کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

اس کے لئے ہمارا یہ کہنا ہے کہ سروپ سنھتی میں وہ بالکل نکما اور آلسی ہے ہے۔کسی کاریہ کا کرتا نہیں۔اپنی کوئی اچھا نہیں رکھتا۔لیکن وہ دریا کی طرح ہوجاتا ہے جس میں سے ہر ضرورت مند بقدر ہمت پانی لے جاکر اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے۔اگر اس میں سے کوئی نہر نکال کر اپنی کھیتی کو سیراب کرے تو اُسے کوئی انکار نہیں ہوسکتا اور اگر ایک لوٹا بھر پانی لے آدیں تو بھی وہاں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اسی طرح سنھت پرگیہ اپنی مہما میں دریا کی طرح رواں ہے۔سادھن کال میں جو جو کاریہ اس کی عادت میں شامل ہو گئے ہیں۔کچھ ان عادات کے انوسار اور کچھ سماج اور دیش کے ہت میں اگر دوسرے لوگ ان سے کاریہ کروانا چاہیں تو وہ ویسا کاریہ کرتے رہتے ہیں۔لیکن ان کاموں میں اپنا کوئی اہنکار نہیں مانتے۔سماج کے لئے اگر ان کے بلیدان کی ضرورت ہو تو خوشی خوشی اپنا شریر پیش کر دیتے ہیں۔

چنانچہ بھگوان اس شلوک میں ارجن سے سنھت پرگیہ کے وشئے میں آخری بیان دے کر اس وشئے کا انت کر رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ وہی لوگ ست شانتی کو پراپت کر سکتے ہیں۔جنھوں نے سرب کامناؤں کا تیاگ کیا ہے۔ جیون روپی آشا کی جیوڑی جس سے سارا سنسار باندھا ہوا ہے کو کاٹ کر نسپریہی ہوئے ہیں۔نیز اہنکار اور ممتا جن کی کلیم چھوٹ چکی ہے۔انہی کو نیتہ شانتی کی پراپتی ہوتی ہے ؎

جو انسان کرے خواہشیں دل سے دور ہوس کا نہ ہو جس کے دل میں فتور

نہ اس میں خودی ہو نہ ہو میر تیر سکوں اس کو حاصل ہے دل اس کا سیر
(دل)

دوہا۔ برہم گیان تو سو کہیو۔ جاتے موہ نسائے
سو بُدھ انت سمے رہے۔ ملے برہم میں جائے (۲۔ ۷۲)

بھاوارتھ۔ اے ارجن۔ یہ برہم کو پراپت پُرش کی ستھتی ہے۔ جس کو حاصل کر کے موہ کا سروتھا ناش ہو جاتا ہے۔ انت سمے میں بھی اگر ایسی ستھتی ہو پراپت ہو جائے تو پرش برہم روپی نروان کو پالیتا ہے۔

(تشریح) آپ کو یاد ہو گا کہ شری مدگیتا کا یہ اُپدیش ویر ارجن کے موہ کو ناش کرنے کی غرض سے شروع ہوا تھا کیونکہ رچنے والوں نے میدان جنگ کو ہی اس اوتم اُپدیش کے لئے مناسب جگہ خیال کیا ہے اور اس کی تمہید میں ارجن کے وشاد اور موہ کو رکھا ہے۔ ایسی موڑھ دشا اس جیون سنگرام میں اکثر پرانیوں کی ہوتی ہے اور نہ معلوم کتنی بار یہ جیو موہ کو پراپت ہو کر موڑھ سا ہو جاتا ہے۔ جب اپنے کرتویہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ دشا عام طور پر غلط فہمی۔ شک اور اُلٹ بُدھی جن کو سنسکرت میں اکثر اگیان سنشے اور ویریے کہتے ہیں کہ وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کا علاج سمیک گیان جسے برہم ودیا یا بُدھی یوگ کہا ہے۔ تجویز کیا گیا ہے۔

بھگوان شری کرشن نے اسی لئے سب سے پہلا نسخہ برہم گیان کا دیا ہے۔ تاکہ سروپ گیان کو پا کر ارجن کا موہ دور ہو جائے اور وہ اپنے کرتویہ کرموں میں پرورت ہو جاوے۔ اسی اُپدیش کے دوران میں برہم گیانی یا ستھت پرگیہ کی اوستھا سروپ اور ستھتی کے بارے میں ارجن نے سوال کر دیا۔ جس کا جواب بھگوان اب تک نہایت وضاحت سے دے رہے ہیں۔ اس گیان یوگ نامی دوسرے ادھیائے

کے آخری وچن میں بھگوان برہم گیانی کی ستھتی اتھوا برہم گیان کی مہما اور اس کا پھل
جتا رہے ہیں۔

برہم یا اپنے نج سروپ میں قائم ہونے کو "براہمی استھتی" کہا گیا ہے۔ یہ
اوستھا نہ تو دھیان یوگ کی سمادھی ہے اور نہ دوسرے علموں کی طرح بدھی گیان
سمادھی بھی ایک برتی کا تیل کی دھارا کی طرح پرواہت ہونا ہے۔ باقی تمام
برتیوں کو نرودھ کر ایک اور صرف ایک اپنے اشٹ دیو کے دھیان کی برتی کا
قائم رہنا ہی دھیان کی سروُتم اوستھا ہے۔ جب تک برتی موجود ہے اس میں پھیلنے
اور چنچل ہونے کا سوبھاو بھی موجود ہے نیز یہ اوستھا سمادھی تک ہی محدود رہتی
ہے۔ اور سمادھی ہمیشہ بنائے رکھنا بھی ممکنات سے نہیں۔ کیونکہ کبھی نہ کبھی اس میں
بھی نشہ کے خمار کی طرح اُتار ہوتا ہے اور اس وقت اگر شریر حسب معمول کاموں
میں پرورت ہو تو ویسی برتی قائم نہیں رہ سکتی۔ اس کے مقابلے میں برہم ودیا میں
جس ستھتی کا ذکر کیا گیا ہے وہ نت ستھر رہنے والی ہے۔ ایک دفعہ حاصل ہو کر پھر گم
نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کی بنیاد آتم گیان ہے۔ جب ہر پرکار کی غلط فہمی دور ہو کر
آتم سروپ میں نیشٹھا درڑھ ہوتی ہے تو پھر وہ گیان بھولتا نہیں یا گم نہیں ہو جاتا
دوسرے تمام گیان وقت پاکر بھول جاتے ہیں۔ مثلاً سکول میں ہم نے ریاضی، تواریخ
جغرافیہ پڑھی اور اچھے نمبر لیکر پاس ہوئے۔ پاس ہو کر ہم نے نوکری کر لی یا دوکان
کھول لی۔ اب ہماری روزمرہ کی زندگی میں حساب تو کام آتا ہے۔ اس لئے وہ
کچھ نہ کچھ یاد رہتا ہے۔ الجبرا جیومیٹری وغیرہ بھول جاتے ہیں۔ لیکن تواریخ، جغرافیہ
تو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح سے کئی پرکار کا باہری گیان ہم اپنی ضرورت
کے انوسار جمع کرتے ہیں۔ اور ضرورت پوری ہونے پر اُسے بھلا دیتے ہیں۔ اس
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باہری گیان بُدھی پر ایک پرکار کا بوجھ ہوتے ہیں جن کو بُدھی

وقت آنے پر اُتار پھینکتی ہے۔ اور اسی کارن وہ نئے سے نئے گیان کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہوتی ہے۔ آتم گیان کوئی باہری گیان نہیں اور کسی ضرورت پر مبنی نہیں۔ لہذا یہ ایک دفعہ آکر جانے والا نہیں ٹکنے والا ہے۔ اسی گیان سے بُدھی کی وہ سوکشم تر اوستھا جیسے پرگیا کہا ہے۔ جو کہ تمام یوگ کا انتہائے مقصد ہے پراپت ہوتی ہے اور جب پُرش کا ٹکاؤ اس پرگیا میں ہو گیا۔ وہی ستھت پرگیہ ہے۔ برہم گیانی اور عارف ہے۔ اُسے ہر وقت سمادھی حاصل ہے جس کو سہج سمادھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی کو یہاں بھگوان نے براہمی ستھتی کہا ہے۔ یہ برہم گیان کا امر پھل ہے۔

اس استھتی سے موہ ناش ہو جاتا ہے۔ چونکہ سروپ کے اگیان سے موہ اتپن ہوتا ہے اور کئی پرکار کی غلط فہمیوں کا انسان شکار ہو جاتا ہے اس لئے آتما کے گیان سے غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور آئندہ کسی قسم کا بھرم یا وہم کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے موہ یا اگیان قائم نہیں رہ سکتا۔ چونکہ براہمی ستھتی مستقل ہے۔ یہ موہ ناش بھی عارضی نہیں بلکہ مستقل ہے۔ انت سمے میں بھی یہ ستھتی رہتی ہے۔ موت کے وقت چونکہ شریر کی دشا بہت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے تمام انگ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ من بدھی آدی بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ لیکن پرگیا دان کی پرگیا سنفر ہوتی ہے اس کی سہج اوستھا قائم رہتی ہے۔ وہ چلائمان نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اگر کسی پرانی کو ایسی استھتی آخری سمے بھی پراپت ہو جاوے۔ تو بھی یہ "برہم نروان" کے دینے والی ہے

یہاں شبد "برہم نروان" کی ویاکھیا ضروری معلوم ہوتی ہے۔ گیتا نے اس ادھیائے میں یہ شبد جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ مکتی۔ موکش اینادی پرانے شبد تیاگ کر کے ستھت پرگیہ کے ساتھ برہم نروان کو لگایا ہے۔ نروان۔ نہ رہنے۔ الوپ

ہونے یا گم ہونے کو کہتے ہیں۔ جس طرح تیل بتی کے خاتمہ پر یا دن نکل آنے پر دیپک بجھ جاتا ہے وہ اس کا نروان ہے اسی پرکار شریر کے شانت ہو جانے پر جیتیں کا اپر گٹ ہونا ہی اس کا نروان ہے۔ برہم کا گیانی ساری عمر اپنے آپ کو آتما شریر سے نیارہ تمام شریروں میں پرکاشک نت شدھ بدھ پری پورن مانتا رہا اب شریر جو آخری دیوار تھی اس کے دور ہو جانے سے وہ اپنے آپ کو نیست اور گم کیونکر مان لے۔ شریر رہت ہو کر ہی اب وہ نشیچے معنوں میں ویاپک ہو رہا ہے اور برہم کے معنیٰ ویاپک کے ہیں۔ لہذا گیانی کا نروان برہم میں لین ہونا ہے۔ اس کو براہم نروان کہا ہے۔ ہر پرانی شریر رہت ہو کر اس ویاپک سروپ میں جو کہ برہمنڈ کے روپ میں سامنے موجود ہے ایک روپ ہو جاتا ہے۔ یہی انتم گتی ہے یہی برہم نروان ہے۔ جو ہمارا لکشن ہے۔ اوم تت ست۔

یہی ہے مقام وصال خدا | جہاں آ کے ہوں سب تو ہم فنا
دم واپسیں بھی جو یہ گیان ہو | تو حاصل اُسے برہم نروان ہو

سانکھ یوگ نامی دوسرا ادھیائے ختم ہوا۔

نرسنگداس لو۔

بھاونا

گنگا کا ہو کنارہ - جھرنا بھی بہہ رہا ہو
کٹیا ہو ٹوٹی پھوٹی - من موج لے رہا ہو

کھانے کی ہو نہ چنتا - جینے کی ہو نہ پرواہ
اور موت سے بے کھٹکے - من موج لے رہا ہو

غنچوں کو چومتا ہو - کلیوں سے بولتا ہو
پھولوں کی بھینی بوئیں من موج لے رہا ہو

قمری کی کوہ صدا میں - پپیہے کی پی ادا میں
بلبل کے چہچہے میں - من موج لے رہا ہو

بادِ صبا کی سر سر - ابر گراں کی گڑ گڑ
گرتی ہوئی بوندوں میں - من موج لے رہا ہو

اوشا کی لالما میں - راتر کی کالما میں
آکاش کی نیلما میں - من موج لے رہا ہو

پربت کی گھاٹیوں میں - دریا کی وادیوں میں
اُجڑے ہوئے اُپ بن میں - من موج لے رہا ہو

ندیوں کے بہتے جل میں اور جھرنوں کے کلکل میں
نغمہ و سوزِ بلبل میں - من موج لے رہا ہو

صحت ہو یا بیماری - شادی ہو یا غمخواری
ہر حال میں ہو مستاری - من موج لے رہا ہو

ہر ہر اوم ہر ہر اوم - سوہم اوم سوہم اوم
سوہم اوم میں لے ہو کر - من موج لے رہا ہو

اودھوت بانی

۱) شدھ مایا مل سے رہت۔ برہمانند میں مگن اودھوت چیتھڑوں کی گدڑی بناکر پاپ اور پن کے مارگ کا تیاگ کرکے شونیہ مندر میں نگن ہی ستھت ہوتا ہے۔

۲) لکھیہ الکشیہ سے رہت لکشیہ سروپ۔ ٹیکت اٹیکت سے پرے دکش گیانی کیول مایا مل سے رہت آتم تتو سے پوتر ہوا ہوا اودھوت واد وواد کیسے کرے۔

۳) وہ اودھوت آشاروپی پاش کے بندھن سے مکت۔ باہری شوچ آدی آچار کے تیاگ والا اور سرو تیاگ کی سنتتی والا تتو روپ شدھ اور نرنجن ہے۔

۴) ایسے اودھوت کیلئے دیہہ اور بدیہہ کا وچار کیسا۔ اور راگ وبیت راگ کا فکر کیوں۔ وہ تو سدا نرمل نشچل گگن وت دیاپک اور سوبھاو سے ہی خود خدا ہے

۵) جیون مکت اوستھا میں تتو کا گیان کیسا۔ اور روپ اروپ کا بھید کیونکر ہو سکتا ہے جہاں گگن آکار والا پرم تتو ہی شیش رہتا ہے۔ وہاں (چنتا ترستا میں) وشے کرنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

۶) وہ آتم تتو گگن وت دیاپک ایک رس ہنس روپ ہے۔ شدھ اور مایا مل سے رہت ہے۔ اس میں بھید ابھید اور بندھن مکتی کے وکار کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۷) آتم تتو کیول ایک رس [illegible] روپ رُوپ ہے۔ اس میں یوگ اور ویوگ کا اہنکار کیونکر ہو سکتا ہے ایسے پرم نر[illegible] سروروپ آتما میں سار اسار کا بھید کیسے ہو سکتا ہے۔

۸) یہ سب مایا مل سے رہت کیول تتو ہے۔ گگن آکار والا ایک رس اور شدھ ہے۔ اس میں سنگ در اسنگ پن کیسا۔ مورت اور امورت کا بھید بھی کیونکر ست ہو سکتا ہے۔

۹) آتم رت یوگی یوگ اور ویوگ سے رہت۔ بھوگ اور ابھوگ سے پرے منو کلپت سہج آنند

میں دھیرے دھیرے وچرتا ہے۔

(۱۰) گیان اگیان میں ہمیشہ یکت۔ اور دویت ادویت میں پھنسے ہوئے کس پرکار مکت ہو سکتے ہیں۔ ایسا یوگی سوبھاؤ سے کیونکر راگ سے مکت ہو سکتا ہے۔ جب تک شدھ سم رس نرنجن آتما کا بھوگی نہیں بنتا۔

(۱۱) آتم تت تقسیم اور غیر تقسیم لگاؤ اور بے لگاؤ بھاؤ سے رہت ہے۔ اس میں سار اسار کا بھید ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ایک رس گگن وت دیاپک ہے۔

(۱۲) یوگی نرنتر سروسے رہت آتما میں یکت رہتا ہے۔ سمپورن تتوں سے رہت ہوا مکت ہے۔ ایسا ہونے پر (اس طرح) جینا اور مرنا کیسے بن سکتا ہے۔ دھیان اور دھیان ابھاؤ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

(۱۳) یہ سب جگت اندرجال کے سمان ہے۔ جیسے مرگ ترشنا کا جل مِتھیا ہے۔ کیول اکھنڈ گھن آکار شو سروپ آتما ہی ست ہے۔

(۱۴) دھرم سے موکش پرینت ہم سب پرکار کی اچھا سے رہت ہیں۔ پھر پنڈت لوگ کس پرکار ہم میں راگ اور ویراگ کی کلپنا کرتے ہیں۔

(۱۵) جس حقیقی تتو کو وید بھی یتھارتھ روپ سے نہیں جان سکتے۔ اس آتم تتو کو پرم اودھوت کتھن کرتے ہیں۔

(اودھوت گیتا)

58

جو سجن اشٹاوکر گیتا اور گیتا گیان امرت کو مفت تقسیم کرنیکی غرض سے چھپوانا چاہیں وہ خوشی سے ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن پہلے ہم سے خط و کتابت کر لیں۔ اوم۔
